کاش یورپین فسانون کے تراجم سے اہل ہند صرف نمونہ کا کام لیتے، اور خود اپنی ملکی و قومی ضروریات کے مطابق اسکو ڈہال سکتے، ورنہ محض نقالی اور دوسرے قومون کے اخلاق و جذبات کا فقط تفریح طبع کیلئے تماشا دیکھنا، تضیع اوقات کے مرادف ہے، صفحہ ۲۰۹، طبع و کاغذ معمولی، قیمت ۱۲/، پتہ: لال برادرس پبلشرز، ۷ پارسنز روڈ نولکھا، لاہور،

صبح زندگی، جناب مولوی راشد الخیری صاحب دہلوی نے فسانہ نویسی مین جو شہرت عام حاصل کی ہے وہ شائقین ادب سے مخفی نہین، گو انکے قدر شناس انکو مولانا نذیر احمد مرحوم کے طرز تحریر کا مقلد کہتے ہین لیکن میرے نزدیک وہ سرے سے مقلد نہین بلکہ اس تقلید مین بھی ایجاد کی شان پیدا کی ہے، انھون نے مولانا نذیر احمد مرحوم کے اسٹائل کے ساتھ جو عموما روزانہ زندگی کی واقعہ نگاری پر مشتمل ہوتی تھی، تخیل آفرینی، اور تصویر کشی کا بھی اضافہ کر دیا ہے،

صبح زندگی مولوی نذیر احمد مرحوم کی مراۃ العروس اور بنات النعش کے خاکہ پر لکھی گئی ہے، یعنی قصہ کے ذریعہ سے اسباق علمی و عملی کی تعلیم، ساتھ ہی ساتھ قلم کا تخیل ایک جگہ ٹھہرنے نہین دیتا، نسیمہ جسکو اس افسانہ کی ہیروئن کہنا چاہیئے، اسکے زمانہ طفلی کے اخلاقی و تعلیمی حالات پیچ پیچ مین آتے جاتے ہین، زبان کی زنانہ لہجہ کا لوچ، اور عیٹ زبان کا لطف نہایت خوب ہے،

شام زندگی، صبح زندگی کا تتمہ ہے، نسیمہ کی شادی سے موت تک کے واقعات اس حصہ مین ہین لیکن بھی وہی قلم اور وہی زبان ہے، واقعات کے اثنا مین اخلاقی تعلیمات ہین، موت کا فلسفہ بر اہمین لکھا ہے از روحانی کی بحث بھی خاصی ہے، جا بجا تقریرون اور خطون کے حکیمانہ تلخ گھونٹ کو تاثیر اور عبارت کی شیرینی گوارا بناتی چلی گئی ہے، دونون حصے متوسط کاغذ پر عمدگی سے چھاپے گئے ہین، پہلے کی ضخامت ۲۰۲ صفحہ، قیمت عه دوسرے کی ۱۴۲ صفحہ، قیمت عه/

پتہ: درویش پریس دہلی،

مجلد سوم	ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۶ مطابق ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء	عدد سوم

مضامین

سیرۃ نبویؐ مجلد اول

قسم اول	مجلد عـ۵	غیر مجلد عـ۱۳
قسم دوم	۱ عـ	(۸) عـ
قسم سوم	(۶) ے	(۵) صہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

چار برس کے انتظار اور شدید مزاحمتون کے بعد آخر سیرۃ نبوی جلد اول شائقین کے ہاتھون مین [illegible] یہ جیسی بھی اور جس طرح بھی چھپی وہ موجودہ حالات مین نہایت مغتنم ہے، آیندہ جلد کے لئے جو بالکل تیار ہے [illegible] مشکل ہے، کاغذ کی قیمت اب تگنے سے بھی آگے بڑھ گئی ہے، اور پھر بھی نایاب ہے، کوشش کیجار ہی [illegible] میسر آجاے تو دوسرے حصہ مین بھی ہاتھ لگایا جائے،

۱۶- اگست ۱۸ء کو سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دو مطبوعہ جلدین لیکر مین اس آستانہ پر حاضر ہوا [illegible] آنکھین اسکے دیدار کی سب سے زیادہ مشتاق تھین، یعنی سرکار عالیہ ہر ہائنس بیگم صاحبہ بھوپال خلد اللہ ملکہا، ہر ہائنس [illegible] تاریخ مقررہ پر باریابی بخشی، یہ شرفیابی کا دوسرا موقع تھا، ہر ہائنس نے خود اپنے دست مبارک سے جلدین [illegible] اور فرمایا کہ "الحمد للہ کہ اتنا بڑا کام ہوگیا" پھر اسکی فہرست ملاحظہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ فہرست اتنی بڑی [illegible] کتاب کتنی بڑی ہے، عرض کیا کہ یہ جلد تو کتاب کا چھٹا حصہ ہے، اسکے بعد دیر تک قومی، علمی، تعلیمی اور مذہبی [illegible] گفتگو فرماتی رہین، اثنائے کلام مین دریافت فرمایا کہ "مولوی صاحب آپنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کبھی [illegible] دیکھا ہے" عرض کیا کہ دو دفعہ لیکن چہرۂ مبارک نظرون سے اوجھل رہا، تو فرمایا "پھر یہ کیا زیارت ہوئی"،

ناظرین کو یاد ہوگا کہ سیرۃ نبوی پریس کے تذکرہ مین دسمبر ۱۷ء کے رسالہ مین لکھا تھا کہ "یہ تو ہم سے نہین ہو سکتا کہ تین ہزار روپے کے لئے دربدر اور شہر بشہر مارے مارے پھرین کہ یہ غیرت ملی کی پامالی ہے لیکن ہمکو یقین ہے کہ [illegible] درد دینی اور ولولۂ علمی کارفرما اور اثر انگیز ہے تو خود بخود سیرۃ نبوی کے آستانہ پر ایک دن تین ہزار کی تھیلی پڑی [illegible] ملیگی، احباب ہمارے صوفیانہ توکل کی تعلی سن رہے ہین؟" الحمد للہ کہ خدائے پاک نے اپنے رسول کریم کے صدقہ مین ہمارے صوفیانہ توکل اور متکبرانہ تعلی کی آبرو رکھ لی، اور بغیر آوارہ گردی اور کاسہ گدائی ہاتھ مین لئے خود بخود ایک دست کرم کو اشارہ کیا جس نے ایک لمحہ مین تین ہزار کا کیسہ میرے دامن مین ڈالدیا، الحمد للہ ثم الحمد للہ:

یہ دست کرم کسکا تھا، اس کا تھا جسکو سیرت کے دیباچہ مین خادمۃ الملۃ الاحمدیۃ وحدہ ومنتہا لامۃ المحمدیۃ [illegible] کے نام سے خطاب کیا گیا ہے، ہمارے دوست منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال نے میرے سامنے جس وقت اس رقم کا تذکرہ کیا، ہر ہائنس نے ارشاد فرمایا کہ اتنے بڑے کام کے لئے تین ہزار کیا چیز ہے، مین ابھی حکم لکھے دیتی ہون چنانچہ اسی وقت حکم جاری فرمایا اور دوسرے دن یہ رقم میرے پاس آگئی، اطال اللہ بقاءھا وادام دولتھا۔

ہمارے رفقائے دار المصنفین مین ایک نام کا اور اضافہ ہوا، یعنی مولوی ابو الحسنات صاحب ندوی، یہ چند سال سے اخبارات مین کچھ نہ کچھ لکھتے رہے ہین، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قوم و مذہب کے حق مین مفید ثابت کرے گا،

[illegible] ارض القرآن جلد دوم ایک ہفتہ مین چھپکر تیار ہو جائیگی، یہ سفید ولایتی کاغذ کے ۲۵۰ صفحہ پر چھپی ہے، اس مین [illegible] عربون کی تاریخ اور عرب جاہلیت کی تجارت، زبان اور مذہب پر مباحث ہین،

ہمارے دوست مولانا عبد السلام صاحب ندوی شعر الہند کی خاطر آجکل کتبخانون کی خاک چھان رہے

اسی سلسلہ مین وہ بھوپال بھی پہنچے، وہان کے کتبخانہ حمیدیہ مین انہین ایک انمول جواہر ملا، یعنی مرزا غالب کا

مکمل اردو دیوان بلا حذف و انتخاب جو موجودہ دیوان سے ضخامت مین دونا ہے، نہایت عمدہ مطلا نسخہ ہے کسی

ہاتھ وہ پڑا تھا اُس نے ان غزلون کا مطبوعہ غزلون سے مقابلہ کر کے اختلاف نسخ بھی لکھدیا ہے،

یہ نسخہ اب جناب ڈاکٹر عبد الرحمن صاحب بجنوری مشیر تعلیمات بھوپال کے مطالعہ مین ہے، موصوف

آجکل دیوان غالب کی خدمتگذاری مین مصروف ہین اور عنقریب اُنکے نتائج فکر ترقی اردو کے ذریعہ سے

آئین گے ہمنے ڈاکٹر صاحب سے التماس کیا ہے کہ اس نئے نسخہ پر تقریظ لکھکر وہ ناظرین معارف کیلئے مرحمت فرمائیں

چھ مہینے ہوئے کہ تبلیورسے جو ائمہ تکفیر مین سے ایک کا دار الصدر ہے، میرے نام اخلاقی اور مذہبی گالیون

اشتہار چھپ رہے ہین، ان اشتہارات کی ہر اشاعت کا ایک نسخہ بطور مزید کرم میرے پاس بھی بھیجا جاتا ہے

ہمنے ہمیشہ اسکو عدم اعتنا کی نظر سے دیکھا، اب ممالک متوسطہ کے بعض احباب نے میری بیکسی پر ترس کھا

جوابی اشتہارات شایع کئے، میرا جرم یہ ہے کہ ندوہ کو تمام علمائے ہند کی مجلس کیون کہا، اور جبلپور کر

تقریرین کیون کین کہ "ایک جنگل صرف ایک ہی شیر کا مسکن ہو سکتا ہے،" آخری اشتہار مین گن کر ۲۷ گالیا

دی گئی ہین ایک دوست نے خوب لطیفہ

کہا، کہ "ہر فرقہ کی طرف سے ایک گالی نذر کی گئی" لیکن بحمد اللہ اس تمام سب وشتم کے انبار مین کوئی ایمان کی گالی نہین

یعنی کفر کا فتوی نہیں، وللہ الحمد،

"ہفتاد ذلت از نظر خلق در حجاب بہتر ز طاعتے کہ بروے و ریا کنم"

(معارف ماہ ستمبر ۱۹۱۸ء)

مقالات

ہندوؤن کی علمی و تعلیمی ترقی
مسلمانون کے عہد حکومت مین

(۵)

ہندو فارسی شعراء

محکوم قومون کو حاکم قوم کی زبان سے کسی طرح استغنا نہین ہو سکتا، مسلمانون کے عہد حکومت مین فارسی ہندوستان کی سرکاری زبان تھی، اور اب انگریزی ہے، اس زمانہ کے طرز حکومت کے لحاظ سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ فارسی زبان کے سیکھنے کے لئے محکوم قوم کو کبھی مجبور نہین کیا گیا، اور آج جس معاش کی مجبوری سے ہمکو انگریزی پڑھنی پڑتی ہے کل بھی یہی حالت تھی، بہر حال کسی سبب سے بھی ہو سکندر لودہی کے زمانہ سے ہندوؤن کو فارسی کی جانب توجہ ہوئی اور اسمین اسقدر جانہون نے ترقی کی کہ ایک انگریز مورخ کے بقول "ہندوؤن اور مسلمانون مین فارسی زباندانی مین کوئی فرق نہین رہا"[1]،

آج بھی انگریزی تعلیم اسی سرعت اور تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے جہانتک گذشتہ اور موجودہ زمانہ کے مقابلہ سے ثابت ہوتا ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ با این ہمہ نظم و اہتمام، جد و جہد، سعی و کوشش، اور زر پاشی و اسراف جدید تعلیم کا وہ نتیجہ نہین پیدا ہوا، جو پہلے پیدا ہوا، یہ ممکن ہی کہ مکتب اور تعداد کے لحاظ سے آجکل کی سرکاری زبان کے جاننے والے زیادہ ہون، لیکن کیفیت اور اثر کے لحاظ سے گذشتہ تعلیم زیادہ مفید، کار آمد اور موثر تھی، اسکے اسباب میرے خیال مین حسب ذیل ہین،

(۱) تعلیم مفت تھی، صرف طلب نہ تھی،

[1] "ہندوستان مین علوم کی ترقی مسلمانون کے زمانہ مین" سے لانے یہ قول نقل کیا ہے،

(۲) اساتذہ شفیق باپ اور مرشد کی حیثیت رکھتے تھے، آجکل کی طرح "اجرت گیر اور پیشہ ور معلمین" نہ تھے،

(۳) زبان تعلیم سے نہین بلکہ اہل زبان کی صحبت اور مجلس سے حاصل ہوتی ہے، اس زمانہ مین مسلمانون اور ہندوؤن کی معاشرت، صحبت اور سوسائٹی مین کوئی امتیاز نہ تھا، روز و شب کی صحبتین رہتی ہتین، مجلسین ہتین ایک سی تھی، نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ انکو فارسی زبان باتون باتون مین آجاتی تھی، اسی کا یہ اثر ہے کہ ابتک اسکولون اور کالجون مین ہندو طلبہ فارسی کو سہل و آسان سمجھکر اختیار کرتے ہین، اور سنسکرت کے مقابلہ مین اسکو ترجیح دیتے ہین اگر رفتہ رفتہ قومی تعصب کا رنگ اب تعلیمی تفریق و امتیاز بھی پیدا کرتا جاتا ہے،

بہرحال یہ واقعہ ہے، جسکی کوئی تکذیب کی جرأت نہین کرسکتا کہ ادبی حیثیت سے فارسی تعلیم نے ہندوؤن پر جو اثر ڈالا وہ انگریزی تعلیم با این ہمہ ہمہ گیری نہ ڈال سکی، سو ڈیڑھ سو برس کے عرصہ مین کتنے ایسے انگریزی کے باکمال شاعر گذرے ہین جنکا نام تاریخ کے صفحات مین زندگی حاصل کرسکا ہے یا کریگا، جو نام کے سامنے ہین انکی تعداد ۵ یا ۶ سے زیادہ نہین، اور یہ بھی زیادہ ہے، لیکن دیکھو کہ صرف تیموریون کے آخر زمانہ مین صرف دو ڈہائی سو برس کے اندر فارسی زبان کے کتنے ایسے ہندو شعرا گذرے جنکے نام ابتک ہمارے تاریخی تذکرون کے فخر و مباہات کے باعث ہین، جنکے اشعار کو سُن سُن کر اہل زبان سر دھُنتے تھے اور مزے لیتے تھے، آج انگریزی کے دو تین ہندو شاعر جنکی اہل زبان نے کچھ تعریفین کردی ہین یا انکو کوئی انعام ملگیا ہے، فرنگی مدح و ستائش کے گیت گاتے گاتے ہماری زبانین خشک ہوگئی ہین، لیکن ذرا اپنے اسلاف کو دیکھو کہ اُنکے کیا کارنامے تھے؟ مین نے چند فارسی تذکرون کو سامنے رکھکر حسب ذیل اشخاص کا انتخاب کیا ہے، انکی ترتیب زمانہ اور دَور پر نہین بلکہ حروف تہجی پر ہے، ان مین سے ہر ایک نے سلاطین زمانہ اور ابنائے عصر سے اپنی زبان آوری کی داد آج سے بہتر طریقہ پر پائی تھی،

اس احتیاط کی بنا پر کہ تذکرہ نویسون کے اصلی الفاظ محفوظ رہین، اور زیادت و نقص اور کمی و بیشی کا شبہہ نہ ہو اصل عبارت فارسی ہی اس مقام پر نقل کرنا زیادہ مناسب ہے،

آرام منشی الیشری داس قوم کایستھ در زمرۂ منشیان سرکار امیر الامرا نواب غضنفر جنگ رئیس فرخ آباد انسلاک

نظم و نثر فارسی بفصاحت و بلاغت مشتمل بر لطائف و صنائع و بدائع لفظی و معنوی می نگاشت، از نثرش بعض وقائع و سوانح بنظر گذشتہ حق آنست کہ بکمال لطف و خوبی می نگاشت، در مدح نواب عماد الملک نیر نظام الملک آصفجاہ باستیصال سورج مل جاٹ گفتہ،

بفر گوکبۂ بخشئ ممالک ہند　　سزد کہ باج ز خوارزم و ز ختن گیرند

تہان ز صولت آن جم وقار آصفجاہ　　رکاب توسن شاہنشہ زمن گیرند

جوان صاحب بخت جوان نظام الملک　　کہ باد و ہمت از و مردم دکن گیرند

بہ بدگرون بگوے فتنہ ساز نخست　　چنانکہ صبح سر شمع در لگن گیرند

آفرین تین لال قوم کایستھ، ساکن الہ آباد، در رنگینی و مضمون آفرینی سحرکاری می نمود،

بیار کبا و مرغان چمن را　　نوا سنجان رنگین انجمن را

کہ عید نو بہار آمد طرب جوش　　نوی گل کرد دوران کہن را

اخلاص کالی پرشاد قوم کایستھ متوطن حوالی لکہنؤ، مشق نظم و نثر فارسی از مولوی احسان اللہ ممتاز نامی می نمود، بعد مرگش کلام منظوم و منثور او پریشان گردید، قصیدہ در مدح محمد علی شاہ اودھ برشتۂ نظم کشیدہ، اکہ لعبنت تو شیح از ہشت جا محمد علی شاہ بادشاہ زمان خلد اللہ ملکہ برآوردہ و از خزانۂ شاہی ہزار روپیہ بجائزہ بردہ،

الفت راجہ الفت رائے بخشی ممالک اودھ، دستگاہش بر اصناف نظم و قصیدہ و غزل و رباعی و مثنوی قوی بسکہ موزون طبع بود،

نیست اہل آسمان را بر درت بے اذن بار　　می کند گردون طواف روضات لیل و نہار

ہر چہ ناممکن بود آید ز تو بر روئے کار　　از غبار درگہ عرش احترامست آشکار

الفت لالہ اجاگر قوم کایستھ عظیم آبادی است، برائے اصلاح سخن بخدمت میر محمد علیم سمرقندی می رسید،

درآمد شام غم در سینہ حسرت نام مہمانی　　ز داغ دل کشیدم بے تکلف پیش آمد خوانی

الفتی راجہ پیارے لال قوم کایستھ از موزونان عظیم آباد است، مثنوی نیرنگ تقدیر و دیوان اشعارش ...
میر منشی بادشاہ اکبر ثانی بود، و با ارباب کمال طریقۂ الفت و خلق مرعی می نمود،

چون غنچہ جز سکوت نباشد بیان ما | پیچیدہ شد زبان سخن در دہان ما

اندیشۂ مال نیامدز ما درست | در دست دیگریست چہ سود و زیان ما

در دشت پربلاے جنون غیبت الفتی | جز موج ریگ و اشک روان کاروان ما

امانت لالہ امانت رام از شاگردان مرزا بیدل بود، لہذا از سخن سنجی ہنجار استاد خود قائل

می گردد بلند از خاک ہم باد مزار ما | کہ بخشید صبا دامن دل خوبان غبار ما

شکر للہ نقش پاے مہ جبینے یافتم | آرزوے سجدہ می کردم زمینے یافتم

اندرمن پسر کنول رام مولدش قصبۂ اورنگ آباد ما اعمال علی گڈھ، استفادۂ علم فارسی از شیخ نظام الدین ...
کردہ و موزونی طبع و سخن سنجی نام برآوردہ، ہر چند در عین جوانی نابینا شد مگر قوت حافظہ اش چندان افزود کہ ...
و نثر غدش نوک زبان بود،

صد جلوہ در کرشمۂ آن ماہ پارہ است | این ماہِ نو ز ابروے او یک اشارہ است

انس لال چند کایستھ، لکھنوی، از دیوانے مختصر یادگار، ۱۲۶۹ھ،

روح جمشید برد رشک بہ مے نوشئ ما | کہ لب یار بود مایۂ بیہوشئ ما

جاے رحم است خدا را متواں کرد دریغ | ہست وابستہ تیغ تو سبکدوشئ ما

انیس موہن لال شاگرد مرزا فاخر مکین، نام پدرش راے تولا رام کایستھ، صاحب دیوان فارسی،

بدر راے گنگا پرشاد بہادر از زمرۂ کایتھان فہیدہ و سنجیدہ شہر لکھنؤ است، بحضور واجد علیشاہ عہدۂ سر رشتہ ...
در علم سیاق و سباق سر بری می آرد،

می کنم سجدۂ بتے کہ کنند | ہر نفس دعوے خدا ئیہا

از خم طرہ اش معاذ اللہ | من و اندیشۂ رہائیہا

برہمن چندر بہان آگرہ در سرکار دارا شکوہ منشی داشت، ابعد قتل وے ترک نوکری ماندہ بشہر بنارس رفت،
... مرد،

کنم ز سادہ دلی بندیہ مژگان لاشت | نگشت خس نتوان بست راہ طوفان ما

بہار ٹیک چند کلامش دل پسند، تتبع زبان فارسی بدرجۂ قصوی رسانیدہ، کتاب بہار عجم (لغت) و جواہر الحروف
از دوست، از ارشد تلامذۂ سراج الدین علیخان آرزو،

جانب او دل ببال اضطرابم می پرد | ذرہ ام بیطاقتی تا آفتابم می پرد

بہجت لکھن لال صاحب دیوان بہجت،

تفتہ منشی گوہر لال تفتہ، برہمن، خیلے پرگوست، کلام منظومش بسیار پنج دیوان شعر دارد ابیات ہر یکے از آن
قریب سیزدہ ہزار، کل ۶۲ ہزار،

چند گوئی کہ نشان نیست ز خونین کفنان | مگر این لالہ کہ بینی ز شہیدان تو نیست

تمنا لکھن لال کایستھ از شکوہ آباد است، دیوان و مثنویش ہمگی ۱۵ ہزار بیت است،

ثاقب مہاراجہ شیو پرشاد جی گوپال سنگھ بہادر، از کایتھان سری باسپت است، پدرش منشی بینی پرشاد سر رشتہ دار
دیوان عام سلطانی اودھ بود، شیو پرشاد آن کار و بار دیوانی شہزادۂ صاحب جنرل فریدون قدر مرزا ہربر علی اودھ بود،
تاریخ اودھ کہ نام تاریخی او دفتر ثاقب و نسخۂ تاریخ دہلی کہ نام تاریخش حقیقت تیموریہ تالیف آن سخندان و مجموعہ
نادرات الثاقب و مثنوی مخزن ہمت از منظومات آن است،

حیا شیو رام اکبرآبادی کایستھ، پدرش بھگوتی مل از متصدیان سرکار نواب اسدخان وزیر عالمگیر بادشاہ
مشق شعر و سخن از مرزا بیدل می نمود، نسخۂ گلگشت بہار ارم بطرز چہار عنصر مرزا بیدل بستعدی تمام نگاشتہ، سنہ ۱۱۴۲ھ
وفات یافت،

بیاد چشم تو داریم مے پرستیہا — رسانده ایم بگردون دماغ مستیہا

خوشدل راے امر سنگھ ولد جیون رام کایستھ از کنٹرہ مانکپور، جیون رام در سرکار وزیر الممالک نواب ابو المنصور خان صفدر جنگ، در زمان نواب شجاع الدولہ، بہ نظامت سرکار غازی پور مامور گردید، راے امر سنگھ بعد تحصیل علوم اولاً در سرکار مہاراجہ اجیت سنگھ راجۂ بنارس و آخر در سرکار انگریزی بدیوان علیگڈہ کامران گشت، در ۱۲۲۵ در گذشت، بہار دانش نظم، و نسخہ تاریخ فرمانروایان ہنود تا سلطان علاؤ الدین غوری از وے یادگار است، اشعار دیوانش تخمیناً پنج ہزار است،

گرم است بسکہ نالۂ آتش فشان ما — سوزد برنگ شمع زبان در دہان ما

خیالی منشی خیالی رام لکھنوی، در نظم و نثر فارسی قدرتش علی وجہ الکمال، و تالیفاتش کہ نا پید اند یکصد و از شرح اعجاز خسروی، در ۱۲۸۹ بگذشت، قصیدۂ در مدح واجد علیشاہ و صفت نور منزل نوشتہ کہ از حروف اوائل مصاریع اولی سنہ ہجری، و از حروف اوائل الفاظ آخر سنہ فصلی و از مصاریع ثانیہ سنہ عیسوی و سمت برآمد،

خاموش رام صاحب المتوفی سنہ ۱۲۲۹ھ انکے فارسی دیوان کا قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ مین ہے،

راقم بختاور سنگھ لکھنوی، بشیرین گفتاری از ممتازان گروہ ہنود، پسرش جواہر سنگھ جوہر از پدر خود خوشگو،

رحمتی کنور سکھراج سنگھ بہادر، خلف کنور ہیرالال ضمیر ابن مہاراجہ پیارے لال الفتی،

گر بہجرش دل سوداز دہ غمناک شود — جامۂ صبر زبیتابی من چاک شود

رفعت بیکولال لکھنوی، طبعش بشعر و سخن مائل و مشق این فن از مولوی نذیر احمد می نمود،

رفیق داتارام، طبعش باموزون توام و لب و لہجہ اش باخوش بیانی ہمدم،

نگارمن بمخ خویش چون نقاب گرفت — فتاد شور کہ امروز آفتاب گرفت

رونق منشی رام سہاے لکھنوی، نظم و نثر فارسی بلطافت می نوشت، سنہ ۱۲۹۰ سنہ وفات، دیوان شعر و مثنویات از وے یادگار، غزلے نوشتہ در چار بحر

زمر منشی بیندہ لال در شہر لکھنؤ، در نظم و نثر فارسی شاگردانش بسیار، دیوان فارسی و رسائل عروض مفتی بحر العلوم و ہفت صحیفہ بطرز پنج رقعہ، و نادر بازار بہ تتبع مینا بازار و جاوید بہار،

سبقت سکھراج پدرش بملازمت عمدۃ الملک بہادر وزیر بادشاہ عالمگیر معزز است، از مستعدان روزگار بود و در علوم ادبیہ و حکمیہ و حساب و طب و تصوف از اقران گوے سبقت برد، بر انواع نظم و معماد تاریخ قدرت داشت شاگرد بیدل، در سرکار سید حسین علیخان کار دیوانی و دبیر سامانی سرانجام دادہ بمنصب پانصدی رسیدہ جنگ نامہ حسین علیخان قریب ہفت صد اشعار از وے یادگار،

سروری راے جسی دہر نواسہ بخشی الممالک راجہ لال جی بہادر نظم و نثر فارسی را پیش مولوی احسان اللہ مشق نمود

نازم بمعنی و سخن امروز سروری ست — مداح آل سرور و شیدا سے سرورم

شادان مہاراجہ چندو لال دیوان دولت آصفیہ حیدر آباد، ابزمش مجمع اہل کمال مطلع ارباب سخن در ہر شب مجلس شعر و سخن برپا می ساخت، در فن شعر پایۂ بلند داشت، فارسی دیوان چھپ گیا ہے، یہ مہاراجہ کشن پرشاد کے پردادا تھے، سنہ ۱۲۵۴ھ مین وفات پائی،

شفیق منشی لچھمی نرائن کھتری اورنگ آبادی شاگرد میرزا آزاد، دو تذکرۂ شعراء دارد، گل رعنا و شام غریبان صاف گو خوش بندش است، اصلش از لاہور است، پدرش بھوانی داس ہمراہ عالمگیر وارد دکن گردید و در اورنگ آباد سکونت گزید، شفیق در سلک ملازمان عالیجاہ، خلف نواب نظام علیخان منظم گردید، در سنہ ۱۲۰۰ھ مرد،

شوق منشی دولت راے، نبیرۂ راجہ بھولا ناتھ، از زمرۂ منشیان بیت الانشاء شاہی اودھ ممتاز، قصیدۂ بلیغہ گفتہ، در صنعت عکس و سجع در دی گفت، بہمراہی شاہ واجد علی مع اہل و عیال کلکتہ بیامد، سنہ ۱۲۷۰ مرد،

از حسن فروغ از در حسن تو جہان را — داغ تو چراغ است دل پیر و جوان را

شہر لالہ بالمکند مانکپوری در سنہ ۱۲۵۰ بگذشت، طبع نکتہ سنجی و نظم گوے داشتہ،

کمن اشک مرا بیقدر ای مژگان تر رحمے — برین طفل غذا پروردۂ خون جگر رحمے

صاحب رام سخن سنج فارسی در تاریخگوی ملکہ داشت، در عہد سلطنت شاہ غازی الدین حیدر علم شہرت می افراشت، در تاریخ وفات غازی الدین حیدر بادشاہ کہ در مقام نجف شہر لکھنؤ مدفون است می گوید

چون رفت شہ زمن ز دنیا   ماتم دلِ خاص و عام بگرفت

از روے بکاؔ آہ گفتم   حیدر بہ نجف مقام بگرفت
۱۲۴۳ھ

ضیائی راجہ گوبند بخش ضیائی، المتوفی ۱۲۴۵ھ، انکا نہایت عمدہ فارسی دیوان کتبخانہ آصفیہ مین ہے،

عشرت جی کشن از براہمہ کشمیر در سخن طرازی سلیقہ اش نیکو، مدتے بملازمت نواب نجم الدولہ امیر خان، دیوان خالصہ شریفہ بقانون گوی تمام خطہ کشمیر سرافراز،

دشت از لالہ بسکہ رنگین است   پاے دیوانہ دست گلچین است

گلشن راجہ جیا لال بہادر، خوش فکر صاحب دیوان، بدیوان انشاء ابوالفتح محمد علی شاہ اودھ سر دفتر منشیان

گلشن راے گلاب راے سندیلوی، شاگرد قتیل، در ریاست اودھ متعہد عہدہاے جلیلہ، در استعدادگی بیدل در فنون سپہگری فائد المثال، تذکرہ شعراء ضخیم و دیوانے حجیم یادگار،

آنکس کہ از زبان تو حرفِ جفا شنید   گویا پیام خضر ز آبِ بقا شنید

شائق لالہ بیجناتھ بریلوی،

مطیع لالہ رام بخش قنوجی.

ممتاز لالہ سیتل داس در نازک خیالی ممتاز، بلب ولہجہ اہل زبان پرداز بود،

منشی منشی مادہو رام شاہجہان آبادی، در سرکار نواب لطف اللہ خان بن سعد اللہ خان شاہجہانی بعہدۂ انشاء امتیاز داشت، رفتہ رفتہ امیر الانشاء معز الدین جہاندار بن بہادر شاہ مشرف،

نمی رسد بمیان صنم ز باریکی   ہزار بار بدقت شگافتم مو را

منشی لالہ فتح چند برہانپوری، کایستھ، طبع نظم دارد و خوشگو است،

نیست آسائش بمنزل جان از خود رستہ را   ہر قدم دام است نقش پا شکار جستہ را

بسکہ از شرم تو در پرواز رنگِ گلشن است   رشتۂ نظارہ بندہ در ہوا گلدستہ را

منوہر راے منوہر لال از امراے سلطنت اکبر بادشاہ است، طبع متین و راے رزین داشت، رباعی

روزیکہ سموم حشر افزون گردد   در آتشِ غم چو چہرہ گلگون گردد

ما در دو رخ، چنان بدوستی سوزم   کز رشک دلِ بہشتیان خون گردد

موجد سکھن لال بدایونی،

چہ شکیبم چہ کنم چون نزنم سر بر سنگ   مدتے شد کہ ز جانان خبرے پیدا نیست

موجد لالہ کالکا پرشاد لکھنوی بموزونی طبع و رسائی ذہن امتیاز داشت و خط نستعلیق خوشتر و شیرین می نگاشت با اصطلاحات و محاورات زبان فارسی بخوبی ماہر،

رسائی نیست تا سر منزلِ او کفر و ایمان را   کہ دیر و کعبہ، سنگِ رہ بود گبر و مسلمان را

موجی لالہ موجی رام،

موزون راجہ رام نرائن عظیم آبادی، پدرش بدیوانی سرکار نواب مہابت جنگ عزت داشت، بعدہ باین عہدۂ موروثی رسید، در جنگ پامردی نہاد، دیوان اشعارش، شاگرد شیخ محمد علی حزین، ۱۱۷۷ھ،

موزون راجہ مدن سنگھ اٹاوی، پدرش راجہ جگت سنگھ دست توسل بدامن دولت نواب غازی الدین خان آویخت، و بمنصب سہ ہزاری و بخطاب راجگی، و بعہدۂ دیوانی نواب ممدوح، مدن سنگھ در سرکار نواب آصفجاہ دکن مستوفی الممالک بود در عہد ناصر جنگ منصب دو ہزاری و علم و نقارہ و خطاب راجگی یافت و معمور بحراست قلعہ مصطفےٰ نگر گردید، تا آنکہ افواج انگریزی محاصرہ او پدرش بر آن قلعہ نمود راجہ تا توانست پاے برجا ماند، بصدمہ تفنگ بعمر ۵ سال ۱۱۶۹ھ جان داد، در نظم و نثر فارسی استعدادے نیکو داشت،

کرد گلشن جلوۂ رنگین یار آئینہ را   می رسد عرضِ قدمبوس از بہار آئینہ را

نقاد | پنڈت جی گوپال کشمیری از آشنایان قاضی محمد صادق اختر بوده، شاگرد قتیل،

واثق | کھتری بود بہ برکت صحبت مولوی عبداللہ بن مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی مشرف باسلام شدہ بمحمد اخلاص خان مخاطب گردید، وبملازمت اورنگ زیب رسید وبوکالت بعضے از امرا رمی شناخت، نظم ونثر فارسی چنان خوبتر می نوشت کہ اورنگ زیب زبان باحسنت وآفرین می کشود، درجوانی میل بشعروشاعری داشت بعد ازان بافادۂ علوم وفنون طبیعت گماشت، سنہ ۱۱۲۳ مرد،

محتسب مے کشی از دست تو مشکل شدہ است | شیشۂ مے بہ بغل آبلۂ دل شدہ است

وفا | پنڈت دیا ناتھ ولد مت رام کشمیری، شاگرد مرزا علی اکبر عارف شیرازی می نمود،

وقار | مدیر الدولہ منشی الملک راجہ جوالا پرشاد بہادر محکم جنگ، امیر الانشار امجد علی و واجد علی شاہان اود باوجود چندین اقتدار حرف درشتے نسبت کسے نگفتہ، در نظم ونثر فارسی صاحب استعداد است، دیوانش مطبوع

ہندو | شیو سنگھ لکھنوی،

ہندو | گوکل چند قوم کھتری فرخ آبادی،

مبادی علم انسانی

از

پروفیسر عبدالباری ندوی

یہ مشہور انگریزی فلاسفر برکلے کی پرنسپلس آف ہیومن نالج کا اردو ترجمہ ہے، اسمین فلسفی مذکور نے پرزور دلائل سے مادیت کی تردید کی ہے اور روح اور خدا کے وجود کو ثابت کیا ہے، طبع و کاغذ اعلیٰ قیمت مجلد عہ غیر مجلد عہ،

منیجر دار المصنفین

مصر کے کچھ مناظر اجتماعی

مولوی عبدالرزاق صاحب ندوی جنھون نے چند سال مصر مین رہ کر تعلیم حاصل کی ہے اور وہان سے کچھ دن ہوئے مراجعت فرماے ہندوستان ہوے ہین، چاہتے ہین کہ مسلمانان مصر کے اجتماعی، معاشرتی، اخلاقی، علمی اور تعلیمی حالات پست کندہ بلا رو رعایت بیان کرین، سچ یہ ہے کہ ابتک مصر کے ہندوستانی سیاحون کے جو سفرنامے شائع ہوئے ہین وہ صرف چند ہفتون کے اوپری سیر وتماشا کے نتیجے ہین، مولوی عبدالرزاق صاحب ندوی نے متواتر سالہاے قیام مین مصریون کی سوسائٹی مین رہ کر ہر چیز کو دیکھا اور جانا ہے، بالفعل اپنے سفرنامہ کا وہ حصہ جو "شادی" سے متعلق ہے ہمارے پاس چھپنے کو بھیجا ہے، اس مضمون کو پڑھتے وقت کہین کہین آنکھین بند ہو جائینگی امید ہے کہ آیندہ سفرنامہ کے وہ ابواب آئینگے جن سے آنکھین کھل جائین!

مصر مین شادی کر لینا نہایت ہی آسان اور معمولی بات ہے، ذات پات، اخلاق وعادات، سن وسال، اور قومیت کا سوال چندان اہمیت نہین رکھتا، بحث صرف مہر سے ہوتی ہے، اگر انسان اُسے ادا کر سکتا ہے تو اعلےٰ سے اعلےٰ طبقہ مین نسبت ہو سکتی ہے، ورنہ بات کرنیکا بھی کوئی روادار نہین!

ہندوستان کی طرح جیش قرار مہر باندھنے کا رواج نہین ہے بلکہ اتنا ہی ہوتا ہے جتنا ادا ہو سکے اور جو لڑکی کی حیثیت کے مطابق ہو، لڑکی کی حیثیت کا اعتبار اسکے ذاتی حسن وجمال، ناکتخدائی اور خاندانی وقعت (یعنی دولتمندی) سے ہوتا ہے، چنانچہ طبقہ متوسطہ و اعلےٰ مین مہر کی شرح ۱۰۰ پونڈ سے ۱۰۰۰ اور ۲۰۰۰ پونڈ تک اور طبقہ ادنےٰ مین ۱۰ پونڈ سے ۲۰ پونڈ تک ہے، ناکتخدا لڑکیون کا مہر کتخدا سے عموماً دونا ہوتا ہے،

عموماً دو ثلث مہر نکاح سے پہلے ہی ادا کرنا ہوتا ہے، جسے لڑکی کے والدین اپنے ذاتی مصرف مین نہین لاتے بلکہ اپنی طرف سے اسمین کچھ اضافہ کر کے جہیز مین صرف کر دیتے ہین، میرے نزدیک یہ طریقہ نہایت عمدہ اور ہندوستان مین رواج پانیکے لائق ہے، کیونکہ اس سے لڑکی والون کو بڑی آسانی ہو جاتی ہے اور وہ زیرباری سے

بچ جاتے ہین، مصر مین شادی کے مصارف زیادہ تر شوہر ہی کے ذمہ ہوتے ہین جہیز مین ضرورت کی تم
چیزین برتن، کرسیان، میز، مسہری، فرش، آئینے، سنگہار دان، زنانہ کپڑے غرضکہ خانہ داری کا جملہ سامان
مہیا کیا جاتا ہے، جسکی حیثیت رقم مہر اور والدین عروس کی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے، نام و نمود کا خیال
مصریون مین بھی بہت ہے، جہیز کو زیادہ دکہلانیکے لئے ہر ہر عدد کو علحدہ علحدہ بار کرتے اور جلوس کے سا
گشت کراتے ہین لیکن اسکی کمی زیادتی کا اثر عورت کے خاندان سے زیادہ شوہر کے خاندان پر پڑتا ہے کی
لڑکی کے والدین تو اتنا ہی سامان کرینگے جتنا مہر ہے، ہندوستان کے مانند مصر مین جہیز شوہر کے اخت
و تصرف مین نہین آجاتا بلکہ وہ عورت کی ملکیت ہے اور اسکو اسپر کلی اختیارات حاصل ہین کیونکہ وہ
اور اسکے والدین کے روپیہ سے تیار ہوا ہے، شوہر اسکی وفات پر صرف اپنے شرعی حق کا مستحق ہے،

ناکتخدا لڑکی سے شادی کا پیام براہِ راست اسکے والدین کو دینا ہوتا ہے، جو اگرچہ لڑکی سے
استمزاج کرتے ہین، لیکن اسکی رائے کو چندان اہمیت نہین دیجاتی، جو انکی مرضی ہوتی ہے وہی ہوتا ہے اگر
بلا واسطہ خود لڑکی ہی سے اظہار مدعا کرے تو یہ معیوب نہین شمار کیا جاتا اور نہ وہ خود اسے برا سمجھتی ہے لیکن چونکہ
اسکے بس کا نہین ہوتا اسلئے وہ بلا کسی جھجہک کے مگر انتہائی ناز و غرور سے کہدیگی "مجھسے ناحق گفتگو کرتے
میرے والدین سے کہو، وہ جو چاہین گے وہی ہوگا، رہی مین، تو مجھے انکار نہین ہے"، پیغام بیجانے والی
خاندان کی سن رسیدہ عورتین ہوتی ہین جو بیشتر لڑکی کی صورت شکل اور کسی نہ کسی طرح (حمام وغیرہ مین)
سارا جسم دیکھ لیتین اور دہن اور سینہ کو خوب سونگھتی ہین اگر منہ اور جسم پاک وصاف ہوا، پیرون کے پنجے
سڈول ہوئے اور تلوے زمین بوس نہوے تو لڑکی مبارک ہے، چنانچہ اسکے لئے پیغام دیدیا جاتا ہے
مسئلہ مہر کے حل ہو جانیکے بعد عموماً منظور ہو جاتا ہے، اور شادی رچ جاتی ہے، مصر مین ایسی دلالہ عورتون کی
بھی کمی نہین ہے جو رشوت لیکر نامناسب شادیان کرا دیتی ہین اور جنکا انجام زن و شو کے لئے بعد مین نہ
عبرت انگیز ہوتا ہے، مصر مین اگرچہ مغربی تقلید اوج کمال پر پہنچ چکی ہے لیکن مغرب کی یہ شرمناک رسم

ابھی تک وہان نہین ہے کہ شادی کے قبل دونون کے درمیان کسی قسم کے تعلقات موجود ہون،

شادی (نیز دیگر تقریبون کی) اطلاع حجام کے ذریعہ سے نہین بلکہ زبانی یا خطوط کے ذریعہ سے
دیجاتی ہے، خود عروس بھی اپنی ہم عمر اور سہیلیون کو شرکت کی دعوت دیتی اور ان سے خوشی خوشی اپنی نسبت کا
تذکرہ کرتی ہے، ایسے موقعون پر جو نا مناسب اہمیت ہندوستان مین دیجاتی ہے اسکا وجود مصر مین بالکل
نہین ہے، لوگ اگر موقع پاتے ہین تو بلا طلبی شریک ہو جاتے ہین، ورنہ طلبی پر بھی معذرت کر دیتے ہین،
کسی کو کسی سے گلہ شکوہ نہین ہوتا اور دوستانہ و برادرانہ تعلقات برابر قائم رہتے ہین، کاش کہ ہم مین بھی
ویسی ہی رواداری اور انسانیت کا برتاؤ جاری ہو جاتا! شادی وغیرہ کی مقررہ رقم (نیوتہ) کے دینے کا
رواج نہین ہے، لیکن اسکے بجائے یہ بری رسم عام ہے کہ نوشہ کے اعزہ و احباب اسکے سامنے بیش قیمت
ہدیے پیش کرتے ہین جنکو اسے قبول کرنا اور دوسرے موقع پر ایک کے عوض دو دو دینا ہوتے ہین،

مصری مکان چونکہ اسقدر وسیع نہین ہوتے کہ ان مین بڑی بڑی تقریبون کے مراسم ادا کئے
جا سکین اسلئے مجبوراً میونسپلٹی کی اجازت سے سڑکون ہی پر انتظام کرنا پڑتا ہے جسکی صورت یہ ہے کہ
آمد و رفت کے لئے راستہ چھوڑ کر سڑک پر پُر تکلف و شاندار شامیانہ کھڑا کر دیا جاتا ہے، اور اسکے گرد
بڑی بڑی قناتین تان دیجاتی ہین، زمین پر بیش قیمت قالینون کا فرش ہوتا ہے اور اُسپر ایک جانب
قطار در قطار کرسیان بچھا دیجاتی ہین جن پر حاضرین بیٹھتے ہین، نوشہ کے لئے ممتاز کرسی ہوتی ہے، اور
دوسری جانب رقص و سرود کے لئے جگہ خالی چھوڑ دیجاتی ہے، شامیانہ، کرسیان، لیمپ، غرضکہ کل سامان
کرایہ کا ہوتا ہے، گھر کی کوئی چیز بھی خراب ہو یا تلف ہو جانیکے خوف سے استعمال نہین کیجاتی، اور احتیاط بھی
یہی مقتضی ہے، دوران محفل مین سگرٹ اور قہوہ کے دور برابر چلتے رہتے ہین، مغربی تہذیب کے شیدائی
طرح طرح کی شرابون کا بھی انتظام کرتے ہین، لیکن اسکا نتیجہ اکثر اوقات بجز ندامت اور پریشانی کے اور کچھ
نہین ہوتا، شادی، غمی کی صورت اختیار کر لیتی ہے، اور سب و شتم، لعن و طعن اور زد و کوب تک نوبت

پہنچ جاتی ہے، صرف یہی نہین بلکہ عدالت کے دروازے بھی کھٹکھٹائے جاتے ہین اور وہی احباب جو رات شغل مے وجام کررہے تھے صبح کو ایک دوسرے کے دشمن نظر آتے ہین، مجھے بھی ایک ایسی ہی تقریب مین ہونیکا موقع ملا جسمین اسکا خاص طور پر اہتمام کیا گیا تھا، زیادہ تر نوجوانون کا مجمع تھا، بادہ نوشی ہو رہی اور سب ہشاش بشاش نظر آتے تھے کہ ناگاہ ایک سمت سے آواز آئی "یامعرّس! انت تاخذ حبیبتی اوبدمعاش! کیا تو میری محبوبہ کو لے لیگا؟ یہ صدا کیا تھی صور قیامت تھی! جسکے سنتے ہی مجمع کا رنگ سب پرستی تھی، اٹھ کھڑے ہوے، کوئی کہتا تھا، ہان لے لیگا، اور کوئی کہتا ہرگز نہین لے سکتا، نتیجہ یہ ہوا کہ دست درازیان ہونے لگین اور ایک کا ہاتھ دوسرے کے گریبان تک پہنچ گیا، گھونسہ بازی ہونے لگی، گریبان اور لیمپ ٹوٹنے لگے، اور شراب کی بوتلین گولون کا کام دینے لگین، یہ طوفان بے تمیزی جاری تھا کہ "حریق حریق!" کی آواز بلند ہوئی، فرش سے آگ کے شعلے نمودار ہوے اور دیکھتے ہی دیکھتے شامیانہ کی کرسیون تک پہنچ گئے، اس قیامت خیز منظر سے ہوشمندون کے ہوش اڑ گئے، اور مدہوشون کا نشہ ہرن ہوگیا، اور ہر کوئی بھاگتا نظر آیا، صبح ہوئی تو بزم پر خاموشی اور حسرت برس رہی تھی، عظیم الشان شامیانہ مع سامان کے خاک سیاہ ہوچکا تھا، اور جو بچا تھا وہ یاران طریقت کے ہاتھ آیا، دوسرے روز حاضرین محفل پولیس تھانون مین اپنے زخمی اعضاء دکھا دکھا کر رپورٹین لکھا رہے تھے، مجھے اس واقعہ سے نہایت عبرت ہوئی اور مغربی تہذیب کا ملمع کیا ہوا چہرہ بے نقاب نظر آگیا جو نہایت ہی بھیانک اور خوفناک تھا!"

ہندوستانیون کی طرح مصریین مین بھی تقریبون مین انتہائی اسراف وتبذیر سے کام لیتے ہین، اگر اندوختہ کفایت نہین کرتا تو قرض اودھار سے کام چلاتے ہین، بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ محمل عروس کے ساتھ ساتھ مہاجن اور دوکاندار بھی اپنے اپنے حسابات لیکر پہنچ گئے ہین اور نوشہ کی تمام مسرت نذر خاک مین ملادی ہے، ناچ رنگ کی قبیح رسم یہان بھی جاری ہے، طوائفین بلائی جاتی ہین اور

یہ امر ہے کہ وہ صرف مردانہ ہی مین نہین بلکہ زنانہ مین بھی عورتون کے روبرو رقص کرتی ہین، غربا مین گھر کی مستورات ہی ناچتی گاتی ہین اور خواتین محلہ انکا ساتھ دیتی ہین، لیکن ان بری رسمون کے ساتھ ایک عمدہ رسم بھی جاری ہے کہ بلا استثنا ہر تقریب پر قرآن خوانی ضرور ہوتی ہے، خوش الحان قاری طلب کیے جاتے اور صدر مجلس مین بلند مسند پر بٹھلائے جاتے ہین، جہان وہ اپنے مخصوص مصری لہجہ مین مصروف تلاوت ہوجاتے ہین، سامعین پر عجب محویت کا عالم ہوتا ہے، ہر شخص سر دھنتا نظر آتا ہے، اور ہر سمت سے خشوع آمیز لہجون مین "الله! الله!" کی دھیمی دھیمی آوازین سنائی دیتی ہین، بڑی بڑی محفلون مین کئی کئی قاری باری باری پڑھتے ہین، انکی اجرت بھی نہایت معقول ہوتی ہے، چنانچہ بعض تو فی مجلس ۔۔ لیتے اور ایک پارہ سے زائد نہین پڑھتے ہین، کیا اچھا ہوتا کہ رقص وسرود کے بجاے قرآن خوانی پر اکتفا کیجاتی اور مسلمانان ہندوستان بھی طریقہ اختیار کرلیتے،

مصر مین معاملات شرعیہ کے فیصل اور انجام دینے کے لئے ایک خاص محکمہ قائم ہے جسے "المحکمۃ الشرعیۃ" کہتے ہین اسکی جانب سے نکاح وطلاق کو درج جسٹر کرنیکے لئے ہر ہر محلہ اور ہر ہر گاؤن مین ایک ایک شخص مقرر ہے، جسے "الماذون الشرعی" کہتے ہین، یہی شخص عقد بھی باندھتا ہے اور چونکہ اسے گورنمنٹ کی جانب سے کوئی معاوضہ نہین ملتا اسلئے وہ نکاح پڑھانیکی ایک ریال فیس لیتا ہے، نکاح کے بعد ہی رخصتی ہوتی ہے، میکہ والے عروس کو ہندوستانیون کی طرح بادیدۂ نم نہین بلکہ فرحان وشادان رخصت کرتے ہین وہ ایک خوبصورت لینڈو گاڑی پر سوار کردیجاتی ہے جسکی کھڑکیون پر قیمتی چلمنین پڑی ہوتی ہین، گاڑی کے آگے بھڑک دار کپڑے پہنے ایک نفیس گھوڑے پر نوشہ ہوتا ہے، اور پیچھے پیچھے تمام براتی گاڑیون پر سوار ہوتے ہین، جلوس کے آگے اور پیچھے اونٹون کی قطارین ہوتی ہین جنکے زین نہایت خوبصورت ہوتے ہین، ان پر نقارے اور بین والے نغمہ سرائی کرتے ہوتے ہین، عوام الناس کی شادیون مین پیش پیش نوجوان لوگ ننگے نعرے لگاتے اور کندھون پر دونون ہاتھون سے چھوٹے چھوٹے ڈنڈے پکڑے تھرکتے اور ناچتے چلتے ہین

اور چونکہ نشہ سے بدست ہوتے ہین اسلئے آپس مین یاراہ گیرون سے لڑ بھی جاتے ہین اور جلوس بلوہ کی صورت اختیار کرلیتا ہے،

اس دہوم دہام سے دلہن اپنے جدید گھر مین آتی ہے جہان اسکو بڑے تپاک اور مسرت کے ساتھ ہاتھون ہاتھ لیا جاتا ہے اور "مبروک امبروک!" علی الخیر والبرکت، اھلاً وسھلاً ومرحبا! کے پرجوش نعرون سے مکان گونج اٹھتا ہے، اسکے بعد دعوت ولیمہ پوری شان وشوکت سے ہوتی ہے، بڑے بڑے گول میزون کے گرد کرسیون پر لوگ بیٹھ جاتے ہین، ہر شخص کے سامنے چھری کانٹا چمچ اور تشتری ہوتی ہے، ہندوستان کی طرح تمام کھانا ایکدفعہ چن نہین دیا جاتا بلکہ ایک ایک چیز بڑی بڑی قابون مین اس انداز سے آتی ہے کہ دو دو چار لقمون مین ختم ہو جاے، میرے نزدیک یہ طریقہ نہایت پسندیدہ ہے کیونکہ اسمین کفایت کے علاوہ کھانے والون کو لطف بھی آتا ہے، آخر مین شیرینی اور میوہ جات پیش کئے جاتے ہین، غربا عموماً فرش پر بیٹھنے کا انتظام کرتے اور حیثیت سے زائد خرچ کرتے ہین، کھانیکے دوران مین باورچی آتا اور وسط مین سبز پیالی یا بڑا چمچ رکھدیتا ہے، جسمین تمام حاضرین کچھ نہ کچھ نقد ضرور ڈالدیتے ہین، پھر شام ہوتے ہی عروس شب باشی کے کمرہ مین منتقل کیجاتی ہے اور وہان وسط مین قیمتی قالین یا گدے پر بٹھلا دیجاتی ہے، اسی اثنا مین مشاطہ سنگھاردان لئے ہوے آتی اور اُسے دلہن کے گود مین ڈال کر عورتون کو مخاطب کرکے کہتی ہے "یا حبابُ العروس ادوشتطھا" (دلہن کے عزیزو اسکے کنگھی کا حق) چنانچہ پیشتر لڑکی کی مان اور پھر تمام خواتین اسمین حسب حیثیت کچھ نہ کچھ ڈالدیتی ہین جو بسا اوقات بہت بڑی رقم ہو جاتی ہے کیونکہ اسکے دینے مین عورتین ایک دوسرے پر سابقت کرتی ہین اسکے بعد قابلہ آتی ہے اور وہ وصول کرلیجاتی ہے بس یہی چند لوگ ہین جنکو بر جہ کہو ورنہ انکے علاوہ حجام، سقا، دھوبی غرضکہ کسی اور کا کوئی حق نہین ہوتا اور نہ کوئی طلب کرتا ہے،

جب تمام رسمین ختم ہوجاتی ہین تو نوشہ آتا اور عروس کو بوسہ دیتا ہے، جسکے جواب مین وہ اسکے ہاتھ کو چومتی ہے

مولانا شبلی مرحوم

کے

روزنامچہ کے چند اوراق

مولانا مرحوم کبھی روزنامچہ لکھنے کے عادی نہ تھے اور نہ کبھی وہ اپنے خرچ کے آمد و صرف کا کوئی حساب کتاب رکھتے تھے نہایت بے پروائی کے ساتھ ادہر اُدہر انکے روپئے پڑے رہتے تھے، لیکن ندوہ آنیکے بعد انکو ایک دو واقعہ کے سبب یادداشت رکھنی پڑی ہم ان اتفاقی واقعات کے ممنون ہین جنکی بدولت انکے وقائع زندگی کے یہ چند اوراق ہاتھ آگئے،

۲۰ مئی سنہ ۱۹۰۹ء — مین اعظم گدہ سے واپس آیا، حیدرآباد سے مصارف سفر وغیرہ وصول ہوے جسکی تعداد ۱۰/٥ ہے،

۲۱ مئی سنہ ۱۹۰۹ء — پانچسو روپیہ بنک بنگال الہ آباد مین بھیجے گئے اور ۱۰۰/(۲۰۰) سوئنگ بنک لکھنؤ مین جمع ہوے،

۲۲ مئی سنہ ۱۹۰۹ء — چونکہ دارالعلوم مین ایک لڑکا ہیضہ مین مبتلا ہوا اسلئے بمشورۂ معتمدین دارالعلوم معمولی تعطیل کے علاوہ دو ہفتہ کے لئے اور بند کردیا اور مدرسین و طلبار کو اطلاع دیدیگئی،

۲۳ مئی سنہ ۱۹۰۹ء — ۱۰۰ر کا چک جو پشاور سے بمد تعمیر کمرہ دارالعلوم وصول ہوا تھا، بعد دستخط معتمد صاحب مال کے پاس بھیجا گیا، معرفت منشی محمد علی،

۲۴ مئی سنہ ۱۹۰۹ء — آج شعر العجم کی تیسرے حصہ کی ترتیب سے فراغت حاصل ہوئی، والحمدللہ علی ذلک،

۲۵ مئی سنہ ۱۹۰۹ء — آج ایشیاٹک سوسائٹی نے میرے چندہ سہ ماہی کی رسید بھیجی اور واقعات عالمگیری کا تقاضا بھیجا

۲۶ مئی سنہ ۱۹۰۹ء — آج سو روپیہ بابت شعر العجم فیض عام کو بھیجے گئے، اتبک ۴۰۰ روپئے انکو پہنچے، آج مین کلکتہ روانہ ہوا

۲۸ مئی سنہ ۱۹۰۹ء — آج مین کلکتہ پہنچا، اور مولوی شرف الدین صاحب کے ہان ٹھہرا،

۱ جون سنہ ۱۹۰۹ء — آج شعر العجم حصہ اول کے لوح کی کاپیان آئین اور بعد تصحیح بصیغۂ بیرنگ واپس گئین،

۲ جون سنہ ۱۹۰۹ء — آج لاہور سے بی اے، ایل کے امتحان کی فیس کا ۱۰۰ للعہ کا چک آیا، اور آج تجارب الامم کا ریویو مطبع آسی مین الندوہ کے لئے بھیجا گیا،

۴ - جون سنہ ۱۹۰۹ء — آج مین کلکتہ سے بہ ہمراہی مولوی شرف الدین صاحب جج، معاملہ مقصودہ کی غرض سے گیا آیا، اور وہان مولوی موسےٰ متولی وقف صغریٰ بی بی سے ملا،

۸ - جون سنہ ۱۹۰۹ء — گیا سے روانہ ہو کر لکھنؤ آیا،

۱۰ - جون سنہ ۱۹۰۹ء — آج [illegible] کی رسید پنجاب یونیورسٹی کے رجسٹرار کو بھیجی گئی، یہ رقم بی او ایل کے پرچہ کے متعلق وصول ہوئی تھی،

۱۱ - جون سنہ ۱۹۰۹ء — آج [illegible] کا چک جو پنجاب سے آیا تھا بنک سے وصول کیا گیا، آج حیدرآباد کا وظیفہ بھی آیا،

۱۲ - جون سنہ ۱۹۰۹ء — آج حسب ذیل رقمین صرف ہوئین، [illegible] برائے مصارف سفر صغریٰ، [illegible] حسب معمول مشاہرات اعظم گڈھ، مشاہرہ کاتب [illegible]، [illegible] مشاہرہ گاذر،

۱۵ - جون سنہ ۱۹۰۹ء — آج [illegible] معرفت کلن، منشی محمد علی کو بھیجے کہ بنک بنگال الہ آباد کو بھیجدین، ان مین [illegible] پنجاب کے فیس بی او ایل کے ہین، اور باقی اور مدات سے،

۱۶ - جون سنہ ۱۹۰۹ء — آج منشی محمد علی نے منجملہ [illegible] مذکورہ کے (۳۰۰) بنک بنگال الہ آباد مین بھیجے،

۱۸ - جون سنہ ۱۹۰۹ء — آج الہ آباد سے بنک بنگال نے بذریعہ خط نمبری ۴۷ - ۲۴۲ ۳۴ مورخہ ۱۷ جون سنہ ۱۹۰۹ء تین سو کی رسید بھیجی اور لکھا کہ پانسو روپیہ جو تم نے پہلی جون سنہ ۱۹۰۸ء مین بھیجے تھے اسکی میعاد ۱۳ - جون سنہ ۱۹۰۹ء کو ختم ہو گئی اسلئے رسید نمبری ۴۶ - ۲۰۶ بھیجدو تو دونون رقمین یکجا کر کے جمع کر دی جائین،

۳۰ - جون سنہ ۱۹۰۹ء — آج سرکار بھوپال دفتر فنانس سے سرکاری مراسلہ آیا کہ ماہوار مقررہ دار العلوم مین [illegible] سالانہ کا اضافہ کیا گیا، مین نے شکریہ کا تار بھیجا اور خط بھی، آج ہی شعر العجم کی کاپیان حالات سعدی اور لوح دوم بعد تصحیح واپس بھیجی گئی،

۱۷ - جولائی سنہ ۱۹۰۹ء — آج شبلوی صاحب نے [illegible] (۲۲۰) کشمیر سے بھیجے جو منشی محمد علی کے حوالہ کیے گئے کہ تا دریافت مصرف محفوظ رکھے جائین، اور آج انسپکٹر صاحب کا خط آیا کہ درباب رنگی مصر گورنمنٹ کا کوئی خط نہین آیا،

۱۹ - جولائی سنہ ۱۹۰۹ء — آج فتح الباری مولوی عزیز مرزا کو رجسٹرڈ بھیجی،

۲۲ - جولائی سنہ ۱۹۰۹ء — آج جنجیرہ سے بیگم صاحبہ کے بقیہ آدھے نوٹ ہزار روپیہ کے ایک کمرہ کی تعمیر کے لئے آئے اور مین نے معتمد صاحب مال کے پاس بھیجے کہ بنک بنگال مین بھیجدیئے جائین،

۱۵ - اگست سنہ ۱۹۰۹ء — آج انسپکٹر صاحب کے ہان سے اجازت وصولیابی ایڈ کا کاغذ آیا،

۱۶ - اگست سنہ ۹ء — آج حیدرآباد کا وظیفہ آیا،

۲۷ - اگست سنہ ۹ء — آج [illegible] حیدرآباد سے معرفت شفریہ کے بحساب بقیہ معاوضہ ترتیب نصاب دار العلوم حیدرآباد وصول ہوے جنمین سے [illegible] منشی محمد علی کے پاس جمع کر دیئے گئے کہ سفر کے وقت انسے لئے جائین گے،

۱۴ - ستمبر سنہ ۱۹۰۹ء — چونکہ حیدرآباد کا وظیفہ نہین آیا اسلئے زر مجتمعہ بجٹ سے روپیہ منگوا کر حسب ذیل خرچ کیا گیا، حساب خوراک بابتہ اگست سنہ ۱۹۰۹ء [illegible]، حوالہ منیر الدین، ایشیاٹک سوسائٹی سے (۶۰)، اور معمولی مشاہرات اعظم گڈھ وغیرہ،

۱۷ - ستمبر سنہ ۱۹۰۹ء تا ۲۸ - ستمبر سنہ ۱۹۰۹ء — آج بغرض سفر بمبئی لکھنؤ سے دہلی آیا، یہان دو تین دن ٹھہرے، ریاست بھوپال نے [illegible] ماہوار کا جو اضافہ ندوہ کی ماہوار مین کیا اسکی اطلاع یہین ۲۷ ستمبر کو ملی، وقف اولاد کی کاروائی کی تحریک ہوئی یہان جوگ بششٹ کا نسخہ اصلی عہد اکبر جسپر شاہجہان کے خاص دستخط ثبت ہین نظر سے گذرا، اسمین اسقدر عمدہ تصویرین ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسوقت یہ فن کچھ کم نہ تہا،

۳ - اکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء — آج بمبئی پہنچا،

۷ - اکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء — آج شعر العجم حصہ دوم کی اخیر کاپیان بعد تصحیح مطبع علیگڈھ کو بھیجی گئین، اور آج ہی بنک آف بنگال کی رسید متعلق رقم [illegible] آئی، آج حیدرآباد سے مراسلہ متعلق دریافت کتب آیا، آج اسلام کلب مین سیٹھ جمال کا ڈنر اور میرا لکچر ہے،

۱۰ - اکتوبر سنہ ۹ء — آج مین جنجیرہ آیا اور نواب صاحب کا مہمان ہوا،

۱۴ - اکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء — آج حیدرآباد سے منی آرڈر بقیہ رقم معاوضہ تیاری نصاب [illegible] وصول ہوے جسکی رسید بھیجی ہے،

اور کل بہان سے چلنے کا ارادہ ہے،

۱۶- اکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء آج مین بمبئی واپس آیا،

۲- نومبر سنہ ۱۹۰۹ء آج مین بمبئی سے لکھنؤ روانہ ہوا،

۳- نومبر سنہ ۱۹۰۹ء آج لکھنؤ پہنچا،

۴- نومبر سنہ ۱۹۰۹ء آج حیدرآباد سے دو مہینہ کا وظیفہ آیا یعنی آذر تک کا، اور ۱۰۰ منشی محمد علی صاحب کے پاس بطور امانت رکھوا دیئے گئے، آج ۲ چندہ عطیہ فاطمہ بی بی مرحوم منشی محمد علی کے پاس بمد امانت بہ اشتمال زیورات رکھوا دیا گیا،

۴- دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء آج مولوی عبد الحلیم شرر کو مضامین کے طبع کے متعلق للعہ بھیجے گئے اور یہ اس روپیہ مین سے دیئے گئے جو منجملہ ۱۰ للعہ کے بچے تھے، اور جنمین سے للعہ کلن کے پاس جمع تھے،

۹- دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء آج حیدرآباد کا وظیفہ آیا، تنخواہین اور اعظم گڈھ مین اسکول اور کیسر کا روزینہ بھیجا گیا اور عہ کرایہ مکان ادا کیا گیا،

۱۹ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء آج محمد ظہور صاحب محرر کا تقرر کیا گیا بمشاہرہ عہ، صرف وقف اولاد سے اصرف دفتر دار العلوم اصرف ج

۲۰- اگست سنہ ۱۹۱۲ء آج بھوپال کی رقم ماہوار ندوہ آئی، اور بمبئی بنک مین سیرۃ نبوی فنڈ مین رکھوا دیگئی، جب لکھنؤ جاؤنگا تو نکلوا ؤنگا، اور وہان جمع کردونگا،

۱۴- اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء آج پانسو روپیہ منشی محمد علی کو حوالہ کئے کہ بنک الہ آباد مین بھیجدین میرے نج کے حساب مین یہ رقم سفر ڈہاکہ کے مصارف مین گورنمنٹ سے ملی،

۲۳ مارچ سنہ ۱۱ء خط بنام اخبارات متعلق جلسہ عام وقف، ملاقات نواب علیحسن خان متعلق انتخاب ارکان، خط بنام آغا خان، خطوط بنام ارکان انتظامی، بنام مولوی عبد الحی صاحب متعلق استعارہ کتب برائے طلبہ خارج، خط متعلق مسجد لندن، ارسال انتخاب عہدہ داران بنام مولوی عبد الحی صاحب،

دین حنیف

(۲)

از مولوی ابو الحسنات ندوی رفیق دار المصنفین

ایک خاص نکتہ قرآن حکیم کی تمام تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کی زندگی کا حقیقی مقصد اشاعت و اثبات توحید تھا، آپ نے اپنے قول وعمل سے شرک کی تردید و تکذیب کی، آپکے دین کا اہم اصول توحید باری ہی تھا یہی وجہ ہے کہ قرآن مین جہان جہان حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہے حنیفاً وما کان من المشرکین یا اسکے ہم معنی جملے بالالتزام ذکر کئے گئے ہین، یہی وہ مذہب توحید تھا جسکا دوسرا نام دین حنیف پڑا، اس نے بت پرستی اور کواکب پرستی وغیرہ کو باطل ٹھہرا کر صرف ایک خدائے خالق ارض وسما کی تسلیم وعبادت کی دعوت دی،

صابئیہ اور دین حنیف کا اصولی اختلاف روایات کی ترتیب سے دونون فرقون صابئی اور حنیفی کا یہ اصولی اختلاف ثابت ہوتا ہے کہ صابئیہ کے نزدیک انسان بلا واسطہ خدا کی عبادت ومعرفت حاصل نہین کرسکتا، اسلئے کسی نے بتون مین روحانیات کا حلول فرض کرکے انکا تقرب حاصل کیا، اور کسی نے خدا کی معرفت کے لئے چاند ستارے اور آفتاب کی روشنی کو ہدایت انسانی کا ذریعہ ٹھہرایا، اور پھر اس بنا پر انکی تقدیس وعبادت کی کہ اُنکے بغیر وہ خدا کو نہین پاسکتے، لیکن دین حنیف نے یہ دعوۃ دی کہ مٹی، پتھر کے یہ بت اور چاند ستارے، آفتاب یہ تمام کائنات عالم ہم انسانون سے زیادہ معرفت خداوندی نہین رکھتے، ہم اپنی صلاحیت واستعداد کی بنا پر کسی طرح انکے محتاج نہین، ہمکو خدا کے تقرب کے لئے ان بتون کے تقرب اور خدا کی معرفت کے لئے چاند ستارے اور آفتاب کی روشنی کی ضرورت نہین ہے، خدا نے ہمارے اندر وہ نور رکھا ہے جو ان دھندلے آسمانی چراغون مین نہین، وفی انفسکم افلا تبصرون

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حنیف اور انکے متبعین کا حنیفی مشہور ہونا یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص یا کوئی گروہ کسی نئے خیال یا عقیدہ کو لیکر اٹھتا ہے تو ابتداءً اسکے ماننے والے کم اور مخالف زیادہ ہوتے ہین اسی مخالفت کی

بناپر قدیم گروہ اس جدید گروہ کے معتقدات وخیالات کے تناسب سے کوئی لفظ تراش لیتا ہے جسمین
خیال مین کسیقدر ذم کا پہلو بھی رکھتا ہے، اور اسی لفظ سے اس نئے گروہ کو پکارتا ہے، چونکہ قدیم گروہ
بہت زیادہ اور ہرطرف پھیلے ہوے ہوتے ہین، اسلئے وہ لفظ دفعتہً مشہور ہوجاتا ہے، اور تمام لوگ اس جدید
گروہ کو عام طور پر اسی لفظ سے پکارنے لگتے ہین، اسلئے بالآخر کثرت شہرت کی بناپر اس جدید گروہ کو بھی
نام رکھہ لینا پڑتا ہے، غور کیجئے تو تمام فرقہ ہاے عالم کے نامون کی حقیقت اغلباً یہی نکلیگی، ہان بناگروہ
تصرف ضرور کرتا ہے کہ اپنی اصطلاح خاص مین مذمت کے اس پہلو کو ضرور الگ کرلیتا ہے جسکو گروہ قدیم
جزو نام بنادیا تھا،

مثال کے طور پر یہود، عیسائی، معتزلہ، شافعی، ہندو، پارسی وغیرہ کو لیجئے، کیا یہود نے خود اپنا نام
رکھا، انکا اصلی نام بنی اسرائیل ہے، لیکن عوام الناس نے یہودی کہنا شروع کیا، تو بالآخر وہ بھی خود اپنے
یہودی کہنے لگے، عیسائیون نے اپنا نام عیسائی نہین رکھا، اسی طرح شافعی، حنفی وغیرہ سب نام عوام کے رکھے
ہوئے ہین، جنکو رفتہ رفتہ ان فرقون نے بھی استعمال کرنا شروع کیا، ظاہر ہے کہ معتزلہ نے خود اپنا نام معتزلہ
رکھا بلکہ انکے مخالفین نے انکے حق مین اس لفظ کو استعمال کیا اور انھون نے ذم کا پہلو یہ رکھا کہ المعتزلہ من

اعتزال عن الحق

معتزلہ وہ ہے جو حق سے پھر گیا، عام شہرت وتسمیہ کی بناپر بالآخر معتزلہ نے بھی اپنے حق مین
یہ لفظ استعمال کرنا شروع کیا مگر یہ ترمیم کرلی (المعتزلہ من اعتزال عن الباطل) معتزلہ وہ ہے جو باطل سے

اسی اصول کے ماتحت جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے عقاید وخیالات سے اختلاف
ظاہر کیا، انکی بت پرستی کو علانیہ برا کہا اور انکے مذہب کو باطل ٹھرایا تو آپکی قوم نے بھی آپکو اپنے آبائی دین
دین حنیف

تارک اور مرتد کہنا شروع کیا، جسکے لئے لغت عبری مین لفظ حنیف بولا جاتا ہے، اسی دن سے آپکا دین دین حنیف
اور آپکے تمام متبع حنیفی کے لقب سے پکارے جانے لگے،

حنف کے معنی لکھنے مین لغت نویسون کو دہوکا

لفظ حنف کے معنی لکھنے مین اہل لغت کا جو عام اختلاف بیان نظر آتا ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ حضرت

ابراہیم نے اقرار توحید کے ساتھ اپنے پیروون کے لئے ختنہ کرانا، حج کرنا، غسل جنابت کرنا وغیرہ دس چیزین سنت
قرار دی تہین جو کتب حدیث مین سنت ابراہیمی کے نام سے موسوم ہین جیساکہ امتداد زمانہ سے عموماً اعمال مذہبی مین
افراط وتفریط ہوتی رہتی ہے، اس دین حنیفی مین بھی واقع ہوئی، اور بعد کو کسی نے سنت ابراہیمی مین سے صرف
ختنہ کرانے پر عمل کیا، اور اپنے کو حنیفی کہا، کسی نے صرف حج کرنے کو لیلیا اور حنیفی کہلایا، اس سے ارباب لغت کو
یہ خیال ہوا کہ ختنہ کرانے اور حج کرنیکی وجہ سے اسکا نام حنیفی رکہا گیا، اسلئے حنف کے معنی ختنہ کرانے اور حج
کرنیکے ہین، حالانکہ واقع مین ایسا نہین، بلکہ یہ تمام اسی ایک اصل کی شاخین ہین، یعنی یہ کہ حنف کے معنی مڑنے
اور لوٹنے کے ہین، جسکی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام حنیفی کہلاے، اور دوسرے معانی جو سنت ابراہیمی کی تقلید
کی وجہ سے پیدا ہوگئے ہین وہ محض اضافی وضمنی ہین حقیقی نہین،

اسلام ہی دین حنیف ہی

اوپر بتایا جاچکا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا اصل کارنامہ اشاعت ودعوۃ
توحید ہے، اور اسی تبلیغ توحید کی بناپر آپکا لقب حنیف اور آپکے دین کا حنیفی پڑا، اسلام بھی اس آخری دور
بت پرستی مین اسی دعوۃ ابراہیمی کی صداے بازگشت ہے، رسول اللہ صلعم بھی اس عہد شرک وبت پرستی مین
دعوت توحید ہی لیکر اٹھے، اور بالآخر اسکا آوازہ اسقدر بلند کردیا کہ اسکے سامنے شرک وبت پرستی کی تمام صدائین
دب کر رہ گئین، اسی مناسبت سے آپنے بھی اپنی بعثت کو بعثت ملت حنیفیہ فرمایا، نیز اسلئے کہ سنت ابراہیمی کو بہ تمام
وکمال زندہ ورائج کرکے آپنے انکے دھندلے سے نقش کو اجاگر کردیا، آپکو یہ حق تھا کہ اپنی بعثت حنیفیہ پر بتاتے
اور آپکا مذہب اسلام ملت حنیفیہ کا لقب پاتا، اسی لئے قرآن نے کہا

مِلَّةَ اَبِيكُمْ اِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِينَ — تمہارے باپ ابراہیم کا مذہب اسی نے تمہارا نام مسلمان رکہا

ایک اہم تصریح

سطور بالا کے مطالعہ سے یہ اچھی طرح ذہن نشین ہوگیا ہوگا کہ توحید، حج کعبہ، اختتان اور بقیہ سنن ابراہیمیہ کا
آغاز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے ہوا، یہی وہ دین حنیف تھا جسکی تبلیغ واشاعت عرب کے
ریگستان مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد انکے مہاجر فرزند حضرت اسمعیل علیہ السلام نے کی اور پھر تقریباً

تین ہزار برس کے تغیرات کے بعد اس بوڑھے پیغمبر علیہ التحیہ والسلام کے جانشین پوتے (محمد رسول اللہ صلعم) نے اسکی تکمیل دعوت کی صدائے عام بلند کی،

بعثت محمدی سے پہلے بھی عرب کے سرزمین مین چند ایسے اشخاص کا پتہ چلتا ہے جنکے معتقدات مین توحید، حج کعبہ، اختتان، تحریم شراب اور بت پرستی وغیرہ سے اجتناب داخل تھا، اشعار و تاریخ عرب مین ان معلومات کا سرمایہ موجود ہے، اس موقع پر چند ایسے اشعار نقل کیے جاتے ہین جنمین ایک صحیح مذہبی تخیل کی جھلک پائی جاتی ہے

۱- وجود و توحید باری، بہشت، اور دوزخ کا تخیل (زید بن عمرو بن نفیل)

اربا واحدا ام الف رب ادین اذا تقسمت الامور

اس اختلاف امور مین ایک یا ہزار خدا کا مطیع رہون

عزلت اللات والعزیٰ جمیعاً کذلک یفعل الجلد الصبور

مین نے لات وعزیٰ سبکو چھوڑا عاقل و تجربہ کار شخص ایسا ہی کرتا ہے

فلا عزیٰ ادین ولا ابنتیہا ولا صنمی بنی عمرو ازور

مین عزیٰ اور اسکی دو بیٹیون کے تابع نہین اور نہ بنی عمرو کے دو بتون کی زیارت کرتا ہون

ولکن اعبد الرحمن ربی لیغفر ذنبی الرب الغفور

مین اپنے رب کو پوجتا ہون تاکہ وہ میرے گناہون کو بخشدے

نری الابرار دارہم جنان وللکفار حامیۃ سعیر

مین دیکھتا ہون کہ اچھے لوگون کے لیے ٹھکانا جنت اور کفار کیلئے تو جہنم ہے

ایضاً- (امیہ ابن ابی الصلت)

الحمد للہ ممسانا و مصبحنا بالخیر صبحنا ربی ومسانا

اسی خدا کے لئے حمد و شکر ہے جو ہماری صبح و شام اچھی طرح گذرتا ہے

رب الحنیفۃ لم تنفد خزائنہا مملوءۃ طبق الافاق اشطانا

حنیفیہ کا رب جسکے خزانے کبھی خالی نہین ہوتے طبق بر طبق زمین آسمان سب بھر کر مین

یا رب لا تجعلنی کافراً ابداً واجعل سریرۃ قلبی الدہر ایمانا

ای میرے رب مجھکو ہرگز کافر نہ بنا اور میرے سر قلب کو ہمیشہ ایمان کیلئے مخصوص کردے

(۲) اللہ تعالےٰ کے سوا دنیا کی ہر شے فانی ہے،

الا کل شئی ہالک غیر ربنا وللہ میراث الذی کان فانیا

ہان ہمارے رب کے سوا ہر چیز فانی ہے اور اللہ ہی کیلئے ان چیزونکی وراثت ہے جو فنا ہو چکین

وان یک شئی خالدا او معمرا تأمل تجد من فوقہ اللہ باقیا

اگر کوئی شے تمہین پائدار و دیرپا معلوم ہوتی ہے تو خوب غور سے دیکھو تم اس سے زیادہ صرف خدا ہی کو باقی رہنے والا پاؤ گے

ایضاً، عبید ابن الابرص الاسدی،

ولتاتین بعدی قرون جمۃ ترعی محارم ایکۃ ولدودا

میرے بعد وہ دن آنیوالے ہین جنمین منازل ایکہ ولدود ویران پڑے ہونگے

ماتبتغی من بعد ہذا عیشۃ الا الخلود ولن تنال الخلودا

تم اس زندگی کا دوام وبقا چاہتے ہو لیکن ہرگز یہ نہین پا سکتے

ولیفنین ہذا وذاک کلاہما الا الالہ ووجہ المعبودا

اللہ اور اسکی ذات معبود کے سوا یہ اور وہ سب فنا ہو جائین گے

۳- عبادت خدا و صلہ رحم، (ابو قیس صرمہ ابن ابی انس)

سبحوا اللہ شرق کل صباح طلعت شمسہ وکل ہلال

صبح و شام جب آفتاب و ماہتاب طلوع ہون تو خدا کی تسبیح بیان کرو

یا بنی الارحام لا تقطعوہا وصلوہا قصیرۃ من طوال

اے میرے بیٹو تعلقات نسبی کو منقطع نہ کرو بلکہ مختصر کو دراز سے ملایا کرو

۴- خدا کے علم غیب اور قیامت کا یقین، (زہیر ابن ابی سلمے)

فلا تکتمن اللہ ما فی نفوسکم لیخفی ومہما یکتم اللہ یعلم

تم دل کی باتین چھپاتے ہو کہ ظاہر نہون مگر یاد رکھو کہ اللہ ہر چھپی ہوئی بات کو جانتا ہے

یوخر فیوضع فی کتاب فیدخر لیوم الحساب او یعجل فینقم

تمھارے اعمال کے جزا و سزا مین جب تاخیر کیجاتی ہے تو ایک کتاب مین لکھکر قیامت تک کے لئے اٹھا رکھی جاتی ہے لیکن جب جلدی کیجاتی ہے تو دنیا ہی مین بدلہ دیدیا جاتا ہے،

ایضاً، (علاف ابن شہاب التیمی)

ولقد شہدت الخصم یوم رفاعۃ فاخذت منہ خطۃ المختال

مین یوم رفاعہ مین دشمن کے سامنے آیا اور ناگہانی حملہ کرنیوالی روش اختیار کی

وعلمت ان اللہ جاوز عبدہ یوم الحساب باحسن الاعمال

اور مین جانتا ہون کہ خدا قیامت کے دن بندون کے اچھے اعمال کے بدلے گناہون سے درگذر کریگا

امیۃ بن ابی الصلت عرب کا مشہور موحد شاعر تھا، ایک دفعہ ایک صحابی نے آنحضرت صلعم کو تقریباً اس کے سو شعر سنائے، اور آپ نے بشوق انکی سماعت فرمائی، لبید بھی انہین شعراے موحدین کی جماعت مین داخل ہے ایک بار آپ نے فرمایا، اصدق کلمۃ قالہا لبید

الا کل شئی ما خلا اللہ باطل

خدا کے سوا ہر چیز باطل ہے،

عیسائی ارباب قلم کا دعوی ہے کہ یہ تمام شعرا اصل مین عیسائی تھے، اسلئے یہ خیالات انکی زبان سے ادا ہوتے تھے، بیروت کے ایک کیتھولک پادری نے تو کمال کیا، عرب جاہلیت کے تمام منتخب شعرا کی نسبت

اس نے دعوی کیا کہ یہ سب عیسائی تھے، اور انکے مجموعۂ کلام کو اشعار شعرا النصرانیہ کا خطاب دیا، حالانکہ نہ تو عام روایات سے، نہ شاعر کے اندرونی شہادت سے، نہ کسی اور بیرونی دلیل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ عیسائیت کی صلیب اور مریم عذرا، کی تصویر کے آگے عمر بھر مین ایک دفعہ بھی جھکے،

اصل یہ ہے کہ یہ خیالات و معتقدات عرب مین حنیفی مذہب کے آثار باقیہ اور علامات غیر ذاہبہ تھے، یہی سبب ہے کہ مستند شعراے عرب کے دیوان کے دیوان پڑھ جاؤ امین بتون کے اور عام اصنام عرب کے نام کمتر پاؤ گے، علاوہ عرب شعرا جنکی عیسائیت کا روایات مین ذکر ہے وہ بھی حج، خانہ کعبہ اور دیگر شعائر ابراہیمی کی عزت و تکریم کرتے ہین اور اشعار مین انکی قسمین کھاتے ہین، کیونکہ وہ عیسائیت نہین بلکہ حنیفیۃ کے آثار باقیہ کے پیرو تھے۔

بقیہ صفحہ ۱۳۲

پھر وہ نقد کی صورت مین کچھ ہدیہ پیش کرتا ہے اور اسکے چہرے پر سے نقاب اُتار ڈالتا ہے، جو افشان، زیورات اور جواہرات (جو اکثر عاریتاً یا کرایہ پر حاصل کئے جاتے ہین) کی کثرت سے آنکھون کو خیرہ کر رہا ہے، اس موقع پر وہ شرمناک اور آخری رسم برتی جاتی ہے جو تمام مصری قوم کی رسوائی کے لئے کافی ہے، یعنی سفید ریشمی رومال[؟] الگ عروس کی ناکتخدائی کا شرمگش طریقۂ امتحان جسمین اگر کامیابی ہوگئی تو طرفین کی مسرت و شادمانی کی کوئی انتہا نہین ہوتی، سب سے پہلے لڑکی کی ماں خوشی کا نعرہ بلند کرتی ہے اور پھر ہر طرف سے مبارک مبارک کا شور مچ جاتا ہے، حاضرین لڑکی کے قریبی اعزہ کو جو اس موقع پر دروازہ سے لگے کھڑے رہتے ہین مبارکباد دیتے ہین، اور گانے والیان لڑکی کی عصمت و عفت کے گیت گاتی ہین، دیہاتون مین تو اور بھی بیحیائی ہوتی ہے اس رنگین رومال کو بلند بانس پر آویزان کرکے گاؤن بھر مین گشت کرتے اور اسکے گرداگرد نوجوان گاتے اور رقص کرتے جاتے ہین، لیکن اگر خدانخواستہ کامیابی نہوئی تو فوراً طلاق ہوجاتی ہے، کل کا کل مہر واپس لیلیا جاتا ہے، اور اعزۂ عروس کی سخت توہین کیجاتی ہے کیونکہ لڑکی کا ناکتخدا ثابت نہین ہوئی، اگرچہ یہ صورت شاذ و نادر ہی پیش آتی ہے، عیار عورتین پیشتر ہی سے مصنوعی سامان کر رکھتی ہین اور یون فاحشہ سے فاحشہ عورت بھی اچھوتی بنجاتی ہے، شاید ایسی ہی باتین دیکھکر متنبی نے کہا تھا،

وماذا بمصر من المضحکات ولکنہ ضحک کالبکا

مصر مین کیا کیا ہنسی کی باتین ہین لیکن یہ ہنسی رونا ہے

مصر مین مسرت آمیز تقریبین ماہ محرم مین بالکل نہین ہوتین بلکہ انکے لئے رجب و شعبان کے مہینے خاص طور پر انتخاب کئے جاتے ہین، ان دونون مہینون مین ہر سمت سے نغمہاے شیرین سنائی دیتے ہین اور ہر شخص خنداں و بشاش اور مترنم نظر آتا ہے مصری عموماً کمسنی (۲۰) مین شادیان کرتے اور کثرت سے کرتے ہین، خصوصاً نیچے درجہ کے لوگ اپنی کثیر شادیون پر فخر کرتے ہین،

مسلمانانِ روس

(۳)

(از مولانا عبد السلام ندوی)

(۱۰) امتحان کے پانچ درجے مقرر کئے جائینگے یعنی یہ کہ (۱) روسی زبان مین کمال رکھتا ہے (۲) روسی
اچھی طرح جانتا ہے (۳) صرف روسی زبان کی لیاقت رکھتا ہے (۴) اسمین لیاقت نہین رکھتا (۵) روسی
بالکل نہین جانتا،

(۱۱) جو شخص تیسرے درجہ مین پاس ہوجائیگا اسکو سند دیجائیگی اسکے بعد فیل کا درجہ ہے،

۴۴ سال کی رد و قدح، نقض و ابرام اور تغیر و تبدل کے بعد حکام کا یہ آخری فیصلہ تھا جسکے ابدا
دماغ کو ہمیشہ کے لئے سکون حاصل ہوگیا، لیکن اب مسلمانون کا جوش حد سے زیادہ بڑھگیا، انھون نے جمعیت
حکام، اور بادشاہ کی خدمت مین ایک طرف تو عرضیان دینا شروع کین، اور اس کثرت سے عرضیان د
انکی تعداد تین ہزار تک پہنچگئی، دوسری طرف امامت وغیرہ کی جو جگہین خالی تہین انکو پر کرنا شروع کیا تاکہ اس ق
کی مدت نفاذ سے پہلے ہی ان عہدون کو جہانتک ممکن ہو روسی زبان مین امتحان دیے بغیر حاصل کر لین،

سنہ ۱۹۰۱ء جو اس قانون کی نفاذ کے لئے مقرر کیا گیا تھا شروع ہوا تو مسلمانون کا اضطراب اور بھی
گر گیا، اور ہر صوبہ کے اعیان و اکابر ایک جگہ جمع ہوے، اور ایک ایڈریس تیار کیا جسکو لیکر معززین کا ای
وفد الکزنڈر ثالث کی خدمت مین روانہ ہوا، اس نے اگرچہ وفد کے ساتھ نہایت شریفانہ سلوک کیا انکو سر
طور پر مہمان بنایا، سواری کے لئے خاص اپنی گاڑیان دین، اپنے باغ مین سیر کی اجازت دی لیکن انکی د
یہ کہکر نامنظور کردیا کہ روسی زبان کی تعلیم کا مقصد صرف یہ ہے کہ انکو ایک متمدن قوم بنایا جاے، جن خطرات
انکو خوف ہے وہ بالکل وہمی ہین، اسلئے مین اس درخواست کو منظور نہین کر سکتا، اب وفد ناکامیاب واپس

اور جو لوگ ایسے تھے جنکو قازان کے حکام تے روانگی کا پاسپورٹ نہین دیا تھا انکو پلٹنے کے بعد سزا بھی دیگئی اور
جس شخص نے ایڈریس لکھا تھا اسکو تین سال کے لئے قید کردیا گیا، اب مسلمان کلیتہ مایوس ہوگئے، اور خدا کے سوا
انکا کوئی حامی و مددگار نہین رہا،

۱۸۹۲ء مین ایک اور ظلم کا اضافہ ہوا، یعنی وزیر تعلیم نے رپورٹ کی کہ مسلمانون کے مکاتب و مدارس مین
مذہبی اور مطبوع کتابون کے علاوہ بہت سی قلمی کتابین پڑہائی جاتی ہین، جنمین مسلمانون کی عموماً اور ترکون کی خصوصاً
مدح سرائی اور روسیون کی ہجو کیگئی ہے، اور ان مین یہ لکھا ہے کہ کبھی نہ کبھی وقت مسلمانون کو غلبہ حاصل ہوگا، ان
مدحیہ اشعار کو طلبا اپنے گھرون مین، اپنی مجلسون مین، اور اپنی انجمنون مین پڑھتے ہین اور کوئی روک ٹوک نہین
کیجاتی، انکے علاوہ ان مکاتب مین استنبول کی چھپی ہوئی مستند کتابین ایسی مستعمل ہین جو روسی پالٹیکس کے بالکل
منافی ہین، اور ان مین لکھا ہے کہ صرف سلطان ٹرکی مسلمانون کے خلیفہ ہین، اسکے ساتھ ان مکاتب و مدارس کے
مدرسین ایسے ہین، جنھون نے مصر، استنبول، ایران اور بخارا مین تعلیم حاصل کی ہے، اس بنا پر مناسب یہ ہے
ان مکاتب مین صرف وہ کتابین پڑہائی جائین جنکی تصدیق ناظر مطبوعات روسیہ کرے اور معلم و مدرس وہ لوگ
مقرر کئے جائین جنھون نے صرف روس مین تعلیم حاصل کی ہو، اس رپورٹ کی بنا پر ان کتابون کی ضبطی کا حکم صادر ہوا
اور مدرسین نے مزاحمت کی تو جمعیت اسلامیہ سے مدد چاہی گئی،

اسی سنہ مین گورنر اورنبرگ نے ایک فرمان صادر کیا جسکا خلاصہ یہ تھا کہ پیادہ فوج کے لڑکے
ان کو روسی تعلیم حاصل کرنیکے بعد رات کو جن قدیم طرز کے مدارس مین اسلامی علوم کی تعلیم حاصل کرتے ہین وہ قطعی طور
بند کئے جاتے ہین، اگر یہ لڑکے دینی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہین تو صرف روسی مدارس مین حاصل کر سکتے ہین لیکن
مذہبی تعلیم کے مدرس کو تنخواہ نہین دیجائیگی، اور ہفتہ مین صرف دو سبق کی اجازت ہوگی، یہ فرمان صادر ہوا تو
ان لوگون نے مفتی جمعیت اسلامیہ کے ذریعہ سے وزارت داخلیہ مین ایک درخواست دی جسکا جواب یہ ملا کہ
پیدل فوج کے بچون کو روسی زبان کا جاننا ضروری ہے، اسلئے اگر وہ مسلمانون کے مدارس مین جاکر تعلیم

حاصل کرینگے تو روسی زبان کی تعلیم کو صدمہ پہنچیگا، البتہ بچون کے علاوہ اور لوگ جس مدرسہ مین چاہین تعلیم حاصل کر سکتے ہین، ۱۸۹۹ء مین محکمۂ تعلیم کی طرف سے ایک اعلان اور شایع ہوا جو حسب ذیل دفعات پر مشتمل تھا،

(۱) سلمانون کے مدارس مین بھی روسی زبان کی تعلیم دیجائیگی،

(۲) مدرسین طلبار کی تعداد کا حساب لین گے اور انکو انسپکٹرون کے حوالہ کرینگے،

(۳) جنکے پاس انسپکٹران تعلیم کی سند نہوگی وہ مکاتب و مدارس مین معلم نہین مقرر کیا جائیگا،

(۴) اجنبی ممالک مین جو کتابین چھپی ہین، وہ مکاتب و مدارس مین داخل نہین کی جائینگی،

اس اعلان کے شایع ہونیکے بعد تمام مدرسین نے ان احکام کے قبول کرنے سے سختی کے ساتھ انکار کیا، اگر کسی مدرس نے اُسپر دستخط کر دیا تو محلہ والون نے اسکو الگ کرنا چاہا، لیکن باین ہمہ کشمکش، روسی زبان کی تعلیم جاری ہو گئی، اسکے بعد اگرچہ سلمانون نے شورشین برپا کین، علمائے مکہ کے ذریعہ سے اسلامی ممالک مین عموماً اور سلطان ٹرکی کی خدمت مین خصوصاً اپنی شکائتین پہنچائین، ہجرت پر آمادہ ہوے اور بہت سے غربا ہجرت کر بھی گئے، لیکن اسکا اثر صرف یہ ہوا کہ امتحان مین آسانی کردیگئی، اور بہت سے لوگ پاس کئے جانے لگے،

اس جبری تعلیم کے ساتھ اور بھی مختلف مکائد وحیل کے ساتھ عیسائیت کی اشاعت کی کوششین کی گئین، قازان مین جمعیت سیونیر کے ارکان نے ایک عظیم الشان مذہبی مدرسہ قائم کیا جسکا مقصد یہ تھا کہ جو لوگ بجبر عیسائی بنالئے گئے ہین اُنکے بچون کو عیسائی مذہب کے اصول وعقاید کی تعلیم دیجائے،

بہت سے علما جو ان عیسائیون کے بچون کو دینی تعلیم دیتے تھے، جلا وطن کر دیئے گئے، مسلمانون کی مذہبی کتابون کی طبع واشاعت پر سختیان عاید کی گئین، اور ان مین بہت سے تصرفات کئے گئے، مثلاً قرآن وکتب فقہ مین جہان جہان کفار کا لفظ آیا تھا اسکو بالکل اُڑا دیا گیا، فقہ وحدیث کی کتابون سے کتاب الجہاد بالکل خارج کردیگئی، اسلامی ممالک سے جو کتابین آتی تھین اور جنکو علما وطلبار پڑھتے تھے انکا داخلہ بند کردیا گیا اور جو طلبا اسلامی ممالک مین تحصیل علوم کیلئے جاتے تھے انکو وہان جانیکی ممانعت کردیگئی، جمعیت سیونیر کے ارکان نے

سلمانون کے تمام گاؤن تقسیم کر لئے، اور ذہنی طور پر یہ قرار داد کرلی کہ جب ان گاؤن مین عیسائیت پھیل جائیگی تو وہ فلان پادری کی نگرانی مین دیدیا جائیگا، مسلمانون کو حج کرنیکی ممانعت کردیگئی کہ انکو شوکت اسلام کے دیکھنے اور دوسرے ممالک کے سلمانون سے تبادلۂ خیالات کا موقع نہ ملے،

لیکن ان تدابیر کا نتیجہ بالکل برعکس نکلا، روسی مسلمان پہلے سلطنت کے نہایت اطاعت کیش رعایا تھے اب وہ روسی زبان کی تعلیم پاکر آزاد بنگالی بن گئے، اور نہایت آزادی کے ساتھ ہر روسی قانون اور ہر سرکاری حکم پر آزادی کے ساتھ نکتہ چینی کرنے لگے، ورد اللّٰہ کیدھم فی نحورھم۔

خطابتہ العرب

(۲)
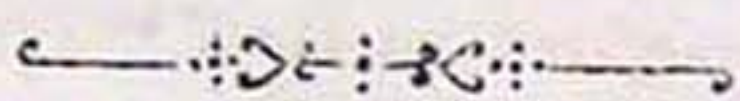
(از مولانا عبدالسلام ندوی)

خطیب کیلئے وجاہت صوری کی ضرورت

خطیب جو کچھ کہتا ہے اسکے زور و اثر کا فیصلہ اسوقت ہو سکتا ہے جب وہ اپنی تقریر کو ختم کر چکے، لیکن سب سے پہلی چیز جو حاضرین کے نگاہ کے سامنے آتی ہے وہ اسکی شکل و صورت اور وضع و لباس ہوتی ہے، اسلئے اگر خطیب ان حیثیتون سے ممتاز نظر آئیگا تو اول ہی وہلہ مین اسکی نسبت سامعین کے دلون مین اچھا خیال پیدا ہوگا، اور اگر اسکے حسن تقریر نے بھی اس خیال کی مساعدت کی تو اسکا اثر دوبالا ہو جائیگا، لیکن اگر خطیب کی وضع و لباس، اور شکل و صورت مین کسی قسم کی جذب و کشش نہوئی تو تمام لوگ اسکو حقارت کی نظر سے دیکھین گے، اور حاضرین پر اسکا ابتدائی اثر اچھا نہ پڑیگا،

ایکبار عرب کا مشہور خطیب نخار بن اوس عذری ایک معمولی سی عبا پہنے ہوے مجلس کے ایک کونے مین بیٹھا ہوا تھا، حضرت امیر معاویہ کی نگاہ پڑی تو چشم حقارت سے دیکھکر کہا کہ یہ کون ہے؟ وہ بولا کہ "ای امیر المومنین میری عبا نہین بولیگی مین بولونگا"، ضمرہ بن ضمرہ جو عرب کا مشہور خطیب مشہور شاعر، اور مشہور شہسوار تھا نہایت کم رُو تھا، ایکبار نعمان بن منذر نے اسکو دیکھکر کہا کہ "معیدی کو سنو دیکھو نہین"، ضمرہ نے کہا "خداوند نعمت آدمی کا اسبار ناپ جونک کر قائم نہین کیا جاتا بلکہ دل اور زبان سے کیا جاتا ہے"، رقیق بن زید نہایت کم رُو تھا اس نے ایکبار جبلہ الغسانی کے سامنے ایک مدحیہ قصیدہ پڑھا اور نہایت فصاحت کے ساتھ تقریر کی تو جبلہ نے کہا کہ "شہد اچھا ہے لیکن برتن اچھا نہین"

یہی وجہ ہے کہ جن عہدون اور جن موقعون پر تقریر و بیان کی ضرورت ہوتی تھی، وہان اور چیزون کے ساتھ حسن صورت اور وجاہت ظاہری کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے۔ ایکبار عبدالملک بن صالح کی خدمت مین رہبون کا

وفد آیا تو اس نے اپنے سامنے نہایت وجیہ تنو مند اور قوی الجثہ آدمی کھڑے کئے، یہ لوگ وفد سے گفتگو کر رہے تھے کہ ایک آدمی کو چھینک آئی اور اس نے آہستہ سے چھینکا، سر دست تو عبدالملک اسکی طرف دیکھکر رہ گیا، لیکن جب وفد چلا گیا تو کہا تم کو "اس طرح چھینکنا چاہیئے تھا کہ کافرون کا دل دہل جاتا"۔

ابن فہر پوپ بننے کا بہت متمنی تھا، ایکبار اس نے ایک نوجوان آدمی سے کہا کہ تم کیونکر یہ عہدہ پا گئے اس نے کہا کہ "پوپ ہمیشہ دراز قد آدمی کو بنایا جاتا ہے، اور تم پست قد ہو، پوپ ہمیشہ بلند آواز اور وجیہ آدمی کو بنایا جاتا ہے، تم پست آواز اور کم رُو ہو، پوپ ہمیشہ اس شخص کو بنایا جاتا ہے جسکی داڑہی بڑی ہو، اور تمہاری داڑہی چھوٹی ہے"،

لیکن بعض حالتون مین [illegible] کمرُوئی کا اثر وجاہت سے زیادہ پڑتا ہے، مثلاً اگر دو خطیب کسی مجمع مین ایک ہی درجہ کی تقریرین کرین لیکن [illegible] ایک وجیہ اور دوسرا کم رُو ہو تو اس کم رُو خطیب کا اثر زیادہ ہوگا اور اگر اس نے بہتر تقریر کردی تو پہلے خطیب کی کل وجاہت خاک مین ملجائیگی اور وہ تمام لوگون کی نگاہ مین ذلیل ہو جائیگا اسکی وجہ یہ ہے کہ جو بات انسان کے توقعات کے خلاف ہوتی ہے، وہ انسان کو عجیب معلوم ہوتی ہے اور ہر عجیب چیز سے انسان شدت کے ساتھ متاثر ہوتا ہے، کم رُو اشخاص کو دیکھکر انسان کے دل مین اکثر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ نہایت کم درجہ کا آدمی ہوگا، اسلئے جب خلاف توقع اس خیال کی غلطی ثابت ہوتی ہے تو ہر شخص قدرتی طور پر اس سے متعجب ہوتا ہے، اور یہ تعجب اسکو شدت کے ساتھ متاثر کرتا ہے

ایک نہایت کم رُو خطیب پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوے دمشق کی مسجد مین آیا تو لوگون نے اسکو حقارت کی نگاہ سے دیکھا، لیکن جب معلوم ہوا کہ یہ عرب کا سب سے بڑا خطیب ہے تو سب نے معذرت کی اور کہا "ہم اور تم دونون مجرم ہین، تم فقیرون کی صورت مین آے اور بادشاہون کی طرح تقریر کی"، یہی وجہ ہے کہ جو لوگ حقیقت پر نظر رکھتے ہین، وہ صرف شکل و صورت کو دیکھکر کسی شخص کی نسبت اچھا یا برا خیال نہین قائم کر لیتے بلکہ یہ دیکھتے ہین کہ غلاف کے اندر کیا ہے، حضرت عمرؓ کو جب اس قسم کے کم رُو اشخاص نظر آتے تھے

تو جانچ پڑتال کے بعد انکی نسبت کوئی راے قائم کرتے تھے، ہرم بن قطبہ نہایت کم رو شخص تھا لیکن تمام عرب نے اسکو اپنا حکم تسلیم کر لیا تھا، ایکبار حضرت عمرؓ نے اسکو مسجد مین دیکھا تو اسکا امتحان لیا، وہ امتحان مین پورا اُترا تو بولے کہ "اُسی عقل کی بدولت تمکو تمام عرب نے اپنا حکم بنایا ہے"

علیا بن ہیثم نہایت کم رو اور کانا تھا، ایکبار اس نے حضرت عمرؓ کے سامنے نہایت برجستہ تقریر کی تو بار بار اسکی طرف دیکھتے رہے، جب وہ چلا گیا تو بولے کہ "آدمی کا تجربہ صرف اسکی خوبیون کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے لیکن اس سے بھی انکار نہین ہو سکتا کہ اگر تقریر کی خوبی کے ساتھ انسان حسن و جمال اور وضع و قطع مین بھی ممتاز ہو تو اسکی تقریر سحر حلال بنجائیگی،

خطیب کیلئے وسعت نظر کی ضرورت معلومات کے لحاظ سے خطیب کی نظر جسقدر وسیع ہوگی اُسیقدر اسکا خطبہ حاوی الاطراف مسلسل، اور مرتب ہوگا، یہی وجہ ہے کہ بعض خطبا ہر ممکن طریقہ سے اپنی معلومات مین اضافہ کی کوشش کرتے تھے عبداللہ بن عامر اور حضرت مصعب بن زبیرؓ عموماً لوگون کے حالات دریافت کرتے رہتے تھے، عرب کے مشہور خطبا، مثلاً حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت جبیر ابن مطعمؓ، حضرت سعید بن مسیب، حضرت محمد بن سعید بن مسیب مشہور نساب تھے، ابو عمرو عرب کے ایام و تواریخ کا سب سے بڑا ماہر تھا،

خطبہ کیلئے تیاری کی ضرورت اگرچہ اہل عرب عام طور پر ارتجالاً یعنی فی البدیہہ تقریر کرنیکے عادی تھے تاہم بہت سے خطبا پہلے سے بولنے کے لئے تیار ہو کر آتے تھے، اور یہ کوئی عیب نہین خیال کیا جاتا تھا، حضرت عثمانؓ پہلی بار تقریر کرنیکے لئے کھڑے ہوے تو منھ سے ایک لفظ نہ نکلا اسلئے یہ معذرت کرکے منبر سے اُتر آئے،

ان ابابکر و عمر کانا یعدان لھذا المقام مقالاً و انتم	ابوبکر اور عمر اس مقام کیلئے تیار ہو کر آتے تھے اور تم لوگون کو
الی امام عادل احوج منکم الی امام قائل	بولنے والے خلیفہ سے زیادہ انصاف کرنے والے خلیفہ کی
وستاتیکم الخطب علی وجھھا۔	ضرورت ہے اسکے بعد خطبہ ٹھیک طور پر دیا جائیگا،

سقیفہ بنو ساعدہ مین حضرت عمرؓ نے جو خطبہ دینا چاہا تھا اسکی نسبت خود انکا بیان ہے کہ مین خاص طور پر

تیار ہو کر آیا تھا، بعیث جو عرب کا مشہور خطیب تھا اسکا بیان ہے کہ مین ہمیشہ ترشتا ہوا خطبہ دیتا ہون، اہل عرب کے مقابل صرف ایرانی خطیب خیال کئے جاتے تھے، لیکن انکے تمام خطبات طول غور و فکر کا نتیجہ ہوتے تھے

خطابت کیلئے مشق و تعلیم کی ضرورت اگرچہ اصلی خطیب وہی ہے جسکو خطابت سے فطری مناسبت ہو تاہم یہ فن مشق و تعلیم سے بالکل بے نیاز نہین ہے، ایک ادیب کہتا ہے کہ "گو تم کو خطابت سے فطری مناسبت ہو لیکن ہمیشہ اسکی فکر و تلاش مین مصروف رہو، اور طبیعت کو بالکل بیکار نہ چھوڑو، ایسا نہو کہ یہ بیکاری تمہاری طبعی قوت پر غالب ہو جائے،"

عبداللہ المزنی کا قول ہے کہ "دلون کو بیکار نہ رہنے دو کیونکہ سب سے اچھی تقریر وہ ہے جو مشق و مزاولت کے بعد کیجائے، جو شخص زبردستی سے آنکھون کو بند رکھتا ہے وہ بالآخر اندھا ہو جاتا ہے"،

اہل عرب اگرچہ فطرۃً خطیب ہوتے تھے تاہم وہ بھی فن خطابت کی مشق و تعلیم سے بے نیاز نہ تھے، حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ "سردار بننے سے پہلے تفقہ حاصل کرو"، اہل عرب کا عام معمول یہ تھا کہ اپنے بچون کو رجز، شہور تھے، اور ضرب المثلین ازبر یاد کرواتے تھے، اور آواز بلند کرنیکی فہائش کرتے تھے، ابراہیم بن جبلہ بن مخرمۃ السکونی اپنے شاگردون کو خطابت کی تعلیم دیا کرتے تھے، ایکبار وہ نوجوانون کو خطابت کی تعلیم دیتے تھے کہ اسی حالت مین بشر بن معتمر کا گذر ہوا، وہ کھڑے ہو گئے اور ان نوجوانون کو ایک تحریر دی جسمین خطابت کے اصول درج تھے، چنانچہ جاحظ نے کتاب البیان والتبیین مین اس تحریر کو بلفظہ نقل کر دیا ہے،

خطبہ کی ابتدا سب سے بہتر شعر وہ ہے جسکے پہلے مصرع کے سننے کے ساتھ ہی قافیہ کی طرف ذہن منتقل ہو جائے، اسی طرح خطبہ کی ابتدا بھی ایسی ہونی چاہیئے کہ اسکے سننے کے ساتھ ہی سامعین کا ذہن خطیب کے اصل مقصد کی طرف منتقل ہو جائے،

خطبہ کی مقدار غلطی سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ خطبہ کے لئے طول بیانی ضروری چیز ہے، اسلئے اگر کوئی شخص گھڑی دو گھڑی متصل تقریر کرے تو اسکو خطیب کا خطاب دیا جاتا ہے، لیکن اگر ایک شخص دس یا پانچ منٹ بول کر خاموش

ہوجاے تو اسکو خطیب یا مقرر نہین کہا جاتا، لیکن درحقیقت خطابت پر تقریر کے ایجاز و اطناب کا کوئی اثر نہین

پڑتا، خطابت کا دار و مدار زور و اثر او رحسن بیان پر ہے، اور اس پر مختصر گوئی اور طول بیانی کا کوئی اثر نہین

عرب مین دو قسم کے خطیب تھے، ایک وہ جو مختصر تقریر کرتے تھے، دوسرے وہ جو طول بیانی سے کام لیتے تھے لیکن

دونون کے دونون برابر درجہ کے خطیب تسلیم کئے جاتے تھے، ایک عورت نے اپنے لڑکے کے سامنے ان الفاظ

مین اپنے احسانات جتاے،

اما کان بطنی لک وعاء، اما کان حجری   کیا میرا پیٹ تیرا ظرف نہ تھا؟ کیا میرا گود تیرا صحن نہ

لک فناء، اما کان ثدیی لک سقاء   کیا میری چھاتیان تیرا مشکیزہ نہ تہین؟

چونکہ طرز بیان موثر اور انشا پردازانہ تھا، لڑکا فوراً بول اٹھا "تو خطیب ہوگئی"۔

بدو عموماً مختصر بیانی کو پسند کرتے تھے، ربیعۃ الرای عرب کے مشہور خطیب تھے جو بولنے لگتے تو

ہونیکی قسم کھالیتے تھے، ایکبار انہون نے ایک مطول تقریر کرنیکے بعد ایک بدو سے پوچھا،

ما تعدون العی فیکم،   تمہارے نزدیک تقریر کرنے سے عاجز ہونیکے کیا معنی ہین

بولا "یہی جسمین آپ مصروف تھے"۔

رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام بھی نہایت مختصر تقریر کیا کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے

ان طول الصلاۃ وقصر الخطبۃ منئنۃ من فقہ الرجل   نماز کو طول دینا اور خطبہ کو مختصر کرنا آدمی کی عقل کی علامت

لیکن تقریر کے ایجاز و اطناب کی کوئی حد مقرر نہین کیجاسکتی، اسکا تمامتر دار و مدار حاضرین کے شوق

بعض اوقات مجمع چند فقرون کا سننا گوارا نہین کرتا اور بعض حالتون مین حاضرین کو گھنٹون مین سیری نہین

جاحظ کتاب البیان والتبیین مین لکھتا ہے،

ولیس للکلام غایۃ ونشاط السامعین نہایۃ وما   نہ تقریر کی کوئی انتہا ہے نہ سامعین کے شوق کی کوئی حد

فضل عن مقدار الاحتمال ودعا الی الاستثقال   تا قابل برداشت ہوجاے اور طبیعتون پر گران گذ

والملال فذلک الفاضل ہو الہذر وہو الخطل   وہی زائد از ضرورت ہے، وہی لغو ہے، وہی مہمل ہے،

اسلیے مقرر کا فرض ہے کہ علائم و آثار سے حاضرین کے شوق کا پتہ لگاتا رہے، حضرت عبداللہ بن مسعود کا

قول ہے کہ "جب تک لوگ تمہارے چہرے کو دیکھتے رہین اسوقت تک تقریر کرتے رہو لیکن جب اسمین ذرہ برابر

بھی فرق آے تو رک جاؤ"، بعض حکمار کا قول ہے کہ "جو شخص تمہاری باتون کو شوق سے نہ سنے اسکو سننے کی

تکلیف نہ دو"۔

خطبات مین اشعار و ظرافت کی آمیزش | آجکل وعظ و تقریر مین مثنوی، بلکہ عاشقانہ اشعار پڑھنے کا اسقدر رواج

ہوگیا ہے کہ اکثر لوگون کی تقریر کا عنصر صرف شاعری ہوگئی ہے، لیکن اہل عرب خطبات مین بہت کم اشعار

پڑہتے تھے، جاحظ نے لکھا ہے،

واکثر الخطباء لا یتمثلون فی خطبہم الطوال بشیء من الشعر "اور اکثر خطبا اپنی طویل تقریرون مین ایک شعر بھی نہین پڑہتے تھے

صرف جمعہ کے خطبہ مین یہ خصوصیت تھی کہ اسمین قرآن مجید کی چند آیتین شامل کرلی جاتی تہین،

بعض لوگون کی تقریر کا دار مدار صرف مذاق و ظرافت پر ہوتا ہے، لیکن ہمکو اہل عرب کے خطبات مین یہ

چٹخارا نہین ملتا، جاحظ نے صرف ایک شخص کی نسبت لکھا ہے کہ وہ اپنے خطبات مین کسیقدر مذاق کی آمیزش

کرلیتا تھا،

ایکبار صعصعہ نے حضرت امیر معاویہ کے سامنے تقریر کی اور اسے پسینہ آگیا تو حضرت امیر معاویہ نے

فوراً ٹوکا کہ "تمکو تقریر نے ششدر کردیا"۔ لیکن صعصعہ نے حاضر جوابی سے کام لیکر فوراً کہا کہ "تیز رو گھوڑے کو

پسینہ آہی جاتا ہے"، ایک جاہلی شاعر ایک خطیب کی ہجو مین کہتا ہے،

ملیء ببہر والتفات وسعلۃ   ومسحۃ عثنون وفتل الاصابع

عالت تقریر مین حیران ہوجاتا ہے ادہر ادہر دیکھنے لگتا ہے، کھانستا ہے، داڑہی پر ہاتھ پھیرتا ہے اور انگلیون کو اینٹھتا ہے

بہیم بن حفص کا قول ہے کہ "جب خطیب کا سانس چڑھنے لگتا ہے تو اسکو کھانسی آجاتی ہے"۔ ابوداؤد بن جریر کا

مقولہ ہے کہ "حاضرین کا منھ تکنا" اور داڑھی پر ہاتھ پھیرنا خطیب کی ہلاکت ہے، عتابی سے کسی نے پوچھا کہ بلاغت کیا ہے؟ بولے بغیر تکرار، بغیر لغزش زبان اور بغیر اعانت کے اظہار ما فی الضمیر کرنا بلاغت ہے، اُس نے کہا تکرار اور لغزش زبان تو مجھے معلوم ہے لیکن اعانت کے کیا معنی ہیں؟ بولے تم نے بعض لوگوں کو دیکھا نہیں کہ ہر فقرے کے اخیر میں کہتے ہیں لوگو سمجھے جو سنتے نہیں، اس قسم کے تمام الفاظ قوت بیان کے ضعف پر دلالت کرتے ہیں،

شاعر کا خطیب اور خطیب کا شاعر ہونا ضروری نہیں

بہت سی چیزیں باہم تشابہ و اتحاد رکھتی ہیں لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جس شخص کو ایک چیز میں کمال ہو وہ دوسری چیز کا بھی ماہر ہو، قصیدہ، غزل، مثنوی، سب کی سب شاعری کے انواع میں داخل ہیں، لیکن بعض شعرا صرف قصیدہ اچھا کہتے ہیں، غزل اچھی نہیں لکھتے، بعض مثنوی گوئی میں کمال رکھتے ہیں لیکن قصیدہ و غزل نہیں کہہ سکتے، بعض غزل گوئی میں یکتائے روزگار ہوتے ہیں لیکن اُنسے مثنوی اور قصیدہ بن نہیں آتا،

اسی طرح شاعری اور خطابت بھی اگرچہ باہم ملتی جلتی ہوئی چیزیں ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو خطیب ہو وہ شاعر بھی ہو، عبد الحمید اور ابن مقفع بہت بڑے خطیب اور انشاپرداز تھے، لیکن شاعر نہ تھے، عرب میں بہت سے شعرا ایسے تھے جو شاعری میں استاد تسلیم کئے جاتے تھے لیکن تقریر نہیں کر سکتے تھے،

خطبہ کیلئے بعض قبائل کی تخصیص

جس طرح بعض اشخاص کسی خاص فن کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں، اسی طرح بعض ملکوں، بعض قوموں، اور بعض خاندانوں کو خطابت کے ساتھ فطری مناسبت ہوتی ہے، متمدن ممالک میں صرف عرب اور ایران کے لوگ خطیب ہوتے تھے، یونانی اور ہندی اگرچہ ریاضی، منطق اور فلسفہ کے استاد کل تھے لیکن قدرت نے انکو خطابت و زور تقریر سے محروم کر دیا تھا[1]، خود قبائل عرب بھی اس اختلاف و طبیعت کا اثر تھا، قبیلہ عبد القیس اور قبیلہ آیاد میں جنگ ہوئی تو قبیلہ عبد القیس دو مختلف شاخوں میں منقسم ہوگیا، ایک عمان میں جا کر آباد ہوئی، اور دوسرے نے بحرین میں اقامت اختیار کرلی، ان میں جو شاخ عمان میں آباد تھی وہ خطابت کیساتھ

[1] یونانیوں کے متعلق یہ جاحظ کا بیان ہے، اور غالباً غلط ہے،

خاص طور پر ممتاز تھی، اور جو شاخ بحرین میں رہتی تھی اسکو شاعری میں کمال تھا،

ان کے علاوہ اور قبائل بھی خطابت میں خصوصیت کے ساتھ امتیاز رکھتے تھے، قبیلہ ایاد، بنو تمیم، بنو شیبان کو خطابت میں خاص شہرت حاصل تھی، قبیلہ بنو اسد کا ہر شخص خطیب، شاعر، قائف اور کاہن ہوتا تھا، اور قبیلہ ھذیل کے لوگ شاعری اور تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے،

ملک و قبیلہ سے اُتر کر یہ ملکہ بعض خاندانوں کے ساتھ مخصوص ہو جاتا ہے، یزید بن ابان ایک خاندانی خطیب تھا، اکاسرہ کے عہد سلطنت میں اسکے باپ دادا سب کے سب خطیب تھے، اسکے بعد جب عہد اسلام میں یہ خاندان گرفتار ہوکر آیا اور جزیرۂ عرب اور ممالک اسلامیہ میں آباد ہوا تو گو انکی زبان عربی سے بدل گئی لیکن یہ ملکہ اسمیں قائم رہا، لیکن جب اجنبیوں سے اختلاط و مناکحت کا سلسلہ قائم ہوا تو یہ خاندانی خصوصیت برباد ہوگئی،

خطیب کی عزت

خطابت اور شاعری دنیا کی سب سے بڑی طاقتیں ہیں اسلئے خطیب اور شاعر ہر قوم میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، زمانۂ جاہلیت میں چونکہ قومی مفاخرت کا دار مدار زیادہ تر شعر و شاعری پر تھا اسلئے شعرا بہ نسبت خطبا کے زیادہ معزز خیال کئے جاتے تھے، لیکن جب شاعری کسب معاش کا ذریعہ بنگئی تو خطیب شاعر سے بلند رتبہ خیال کیا جانے لگا، اسی بنا پر ایک شاعر کہتا ہے،

الشعر ادنی مروة السری   واسری مروة الدنی

شعر شریف کی مروت کا ادنیٰ اور کمینہ آدمی کی مروت کا اعلیٰ درجہ ہے

تاہم زمانہ جاہلیت میں بعض خطبا کو وہ عزت حاصل تھی جو کسی شاعر کو نصیب نہیں ہوئی، کعب بن لوی جو عرب کا مشہور خطیب تھا اسقدر معزز خیال کیا جاتا تھا کہ جب اسکا انتقال ہوا تو اہل عرب نے اسکے سال وفات سے سنہ کی ابتدا کی اور یہ سنہ عام الفیل تک جاری رہا،

خطیب کی کمزوریان

منبر پر کھڑے ہونیکے ساتھ اگر خطیب کی آواز معمول سے زیادہ پست ہوگئی، منھ سے الفاظ نہ نکلے، تلفظ میں فرق آگیا، بالکل چپ ہوگیا، ہاتھ پاؤں میں رعشہ پڑ گیا، پسینہ آگیا تو اسکی کمزوری ہر شخص کو

علانیہ نظر آئیگی، لیکن اسکے علاوہ خطیب مین اور بھی مخفی کمزوریان ہوتی ہین جو صرف اہل بصیرت کو نظر آسکتی ہین قوت بیان کا اقتضا یہ ہے کہ خطیب اظہار مافی الضمیر مین کسی خارجی ذریعہ کی اعانت کا محتاج ہنو اور اگر وہ ان ذرائع کے پردے مین اپنی کمزوری کو چھپانا چاہتا تو وہ اہل نظر کے نزدیک اور نمایان ہوگی،

مثلاً بعض لوگ اثنائے تقریر مین ادہر اُدہر دیکھنے لگتے ہین، بعض لوگ کھانسنے لگتے ہین، بعض لوگ داڑہی پر ہاتھ پھیرتے ہین، بعض لوگ انگلیون کو مروڑنے لگتے ہین، بعض لوگ حاضرین کا منھ تکنے لگتے ہین بعض لوگ سامعین کی طرف مخاطب ہوکر بار بار کہنے لگتے ہین، لوگو! صاحبو! حضرات! سنو! تم لوگ میری بات پر کان نہین دہرتے وغیرہ وغیرہ یہ تمام چیزین خطیب کی کمزوریون مین داخل ہین اور اہل عرب اُنسے اچھی طرح واقف تھے

خطبات عرب

اہل عرب کے خطبے اکثر مختصر اور بعض مطوّل ہوتے تھے، ان خطبات مین جو خطبے مختصر ہوتے تھے انکو اب تک روایات نے محفوظ رکہا ہے، اور بڑے بڑے خطبون کے پُر زور فقرے ادب کی کتابون مین منقول ہین اگرچہ جیسا کہ اُوپر گذر چکا ہے، تقریر کا زور و اثر، روانی، برجستگی، اور بلندی کے سوا بہت کچھ خطیب کی خصوصیات سامعین کے شوق، وقت کی مناسبت اور موقع و محل کے لحاظ پر موقوف ہے، اسکے ساتھ خود ترجمہ کرنے سے ان خطبات کے زور و اثر مین بہت کچھ فرق آجاتا ہے، تاہم عرب کے زور و خطابت کے اندازہ کرنیکے لئے ہم اخیر مین حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ایک خطبے کا ترجمہ کرنا مناسب سمجھتے ہین، انھون نے ایک موقع پر فوج کو جنگ پر ان الفاظ مین اُبھارا،

مین نے تم کو رات دن، مخفی طور پر بھی اور کھلم کھلا بھی جنگ کی ترغیب دی، مین نے تم سے کہا کہ قبل اسکے کہ دشمن تم سے لڑین، تم ان سے لڑو، کیونکہ خدا کی قسم جو قوم مدافعانہ جنگ کرتی ہے وہ لازمی طور پر ذلیل ہوتی ہے لیکن تم نے میری بات کو ٹالا، تم نے میرا ساتھ چھوڑا، تم پر میرا کہنا گران گذرا، اور تم نے اسکو پس پشت پھینکدیا، نتیجہ یہ ہوا کہ تمپر دشمنون نے غارتگری شروع کردی،

اس غامد کے بھائی نے انبار مین اپنی فوجین اتاردین، حسان کو قتل کردیا، تمہاری فوجون کو چھاونیون سے نکالدیا، اور تم مین سے بہت سے اچھے آدمیون کو مار ڈالا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسکے سپاہی ذمی اور مسلمان عورتون کے گھرون مین گھس جاتے تھے، انکے چھڑے، کڑے، اور بالیان اُتار لیتے تھے، پھر لوٹ آتے تھے اور کوئی انکا روکنے والا نہ تہا، اس واقعہ کے بعد اگر کوئی مسلمان افسوس سے مرجائے تو یہ کوئی قابل ملامت بات نہین بلکہ اسکے لئے یہی سزاوار ہے، تعجب ہے اس قوم پر کہ باطل کے لئے اسقدر سرگرم ہے، اور اس سے زیادہ تعجب ہے تمپر کہ حق کی حمایت مین اسقدر سست ہو، لعنت ہے تمپر اسوقت جب تم تیرون کا نشانہ بنجاؤ، مال غنیمت ہوجاؤ جسپر لوٹ ڈالی جائے، تمپر غارتگری کیجائے اور تم غارتگری نہ کرو، تم سے جنگ کیجائے اور تم جنگ نکرو، خدا کی نافرمانی کیجائے اور تم اسپر راضی رہو،

اگر مین تمکو ان سے لڑنے کے لئے گرمیون مین روانہ کرتا ہون تو تم کہتے ہو کہ گرمی شدید ہے ہمکو فرصت دیجئے کہ گرمی کا زمانہ گذر جائے، اگر مین تم کو جاڑون مین بھیجتا ہون تو تم کہتے ہو کہ رخصت دیجئے یہانتک کہ جاڑے گذر جائین، اگر تم جاڑے اور گرمی سے یون ہی بھاگتے ہو تو خدا کی قسم تلوار کی آنچ سے اور بھی بھاگوگے،

اے وہ لوگو! جو مردون کے مشابہ ہو لیکن مرد نہین ہو! اے بچون کے خواب! اے عورتون کی عقل! مین چاہتا ہون کہ خدا مجھکو تمہارے درمیان سے اُٹھالے، خدا کی قسم مین چاہتا ہون کہ نہ تمکو دیکھون، نہ تمکو پہچانون، تم نے میرے سینے کو غم و غصہ سے بھر دیا، تم نے مجھے موت کے گھونٹ پلائے، اور نافرمانی کرکے میری رائے کو برباد کردیا یہانتک کہ قریش نے کہا کہ ابن ابی طالب بہادر تو ہے لیکن فن جنگ کا ماہر نہین، لیکن خدا کی قسم فن جنگ کا مجھسے زیادہ تجربہ کار اُن مین کون ہے؟ مین ابھی بیس برس کا بھی نہین ہوا تہا کہ جنگ کی مہارت حاصل کرلی اور ۶۰ برس سے زیادہ کا ہون لیکن سچ تو یہ ہے کہ جسکی اطاعت نہین کیجاتی اسکی رائے کوئی رائے نہین ہوتی،

یہ موثر تقریر سنکر ایک شخص اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہوا اور کہا کہ ای امیر المومنین ہم دونون بھائی جیسا کہ خدا نے کہا ہے، ادب انی لا املک الا نفسی واخی (خدایا مین صرف اپنی جان کا اور اپنے بھائی کی جان کا مالک ہون) حاضر ہین ہمکو حکم دیجیے ہم آگ مین جھونک دیجئے یا کانٹون مین گھسیٹئے، انھون نے اسکا شکریہ ادا کیا اور کہا "لیکن صرف دو آدمیون سے میرا مقصد حاصل نہین ہوسکتا۔"[1]

[1] اس مضمون کی بنیاد تمامتر جاحظ کی کتاب البیان والتبیین پر رکھی گئی ہے،

اخبار وسیر

ابوالفدا کے حالات خود ابوالفدا سے

(۴)

از جناب مولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دار المصنفین

اخلاق وعادات اخلاق وعادات کے لحاظ سے الملک المؤید (ابوالفدا) واقعی ملکِ مؤید تھا، فطرت نے اسکی ذات مین جس قسم کے فضائل جمع کر دئے تھے وہ بنی نوع انسان کے ہر فرد کے لئے ہر زمانہ مین باعث فخر ہین،

اسکو اختلاف وتفریق سے سخت نفرت تھی، چنانچہ ۷۱۷ھ مین جب فرقۂ نصیریہ کے ایک شخص نے مہدی آخرالزمان ہونیکا دعوی کیا تو وہ اس دعوی سے سخت غضبناک تھا، اسکا تذکرہ کرتا ہی تو لکھتا ہے[۱]،

فاتبع ھذا الخارجی الملعون من النصیریۃ جماعۃ کثیرۃ، اس ملعون خارجی کے نصیریون مین بہت لوگ تبع ہوگئے،

اسکے بعد اسکے قتل ہونیکا ان الفاظ مین ذکر کرتا ہے،

وقتل لعنہ اللہ وباد جمعہ وتفرقوا ولم یعد لھم ذکر ....

اور وہ قتل ہوگیا خدا اس پر لعنت کرے اور اسکی جماعت پراگندہ اور ہلاک ہوگئی اور انکا چرچا اُٹھ گیا،

بخلاف اسکے جن لوگون سے اسلام نے تقویت پائی انکے ذکر مین حسب ذیل الفاظ استعمال کرتا ہے[۲]،

وھو الذی نسج المودۃ بین الاسلام والتتر رحمہ اللہ تعالیٰ ....

اور یہی (علی شاہ) وہ شخص ہی جس نے اسلام اور تاتاریون مین ارتباط پیدا کیا، خدا اسپر رحمت نازل کرے،

حد درجہ خاکسار رہتا، ۷۱۶ھ مین جب اسکو معرہ کا علاقہ واپس ملا ہی تو حماۃ کی رعایا مین مسرت کا ایک عجیب عالم تھا،

۱؎ صفحہ ۸۳، ۲؎ صفحہ ۹۳،

اور لوگ اسکی آمد مین شہر کو آراستہ کر رہے تھے، لیکن اسکو اطلاع ملی تو دن کے بجائے آدھی رات کو شہر مین داخل ہوا اور وہ بھی اس طرح کہ بالکل جریدہ وتنہا تھا[۱]، اسی طرح جب ۷۲۰ھ مین اسکو سلطان کا خطاب ملنے لگا تو اس نے نصاف انکار کیا، لکھتا ہے،

واستعفیت عن ذلک واستقللتہ وتأنست منہ استصغارًا للنفس وتعظیما لاسمہ الشریف ان یشارک فیہ وبقی الامر فی ذلک لمتردد .....

اور مین نے سلطان سے اسکے نسبت معذرت کی، اور اپنی نفس کی پستی اور سلطان کے اسم شریف کی برابری کے خیال سے سخت مغموم ہوا، اور یہ کام کچھ عرصہ کے لئے ملتوی ہوگیا،

لیکن جانتے ہو کہ اس تواضع اور خاکساری کا کیا نتیجہ ہوا؟ سلطان نے اسکو الملک المؤید کا خطاب عنایت کیا، تمام اعیان سلطنت اور امراء خاص مین سے جنس امیر اسکے سواری کے ساتھ چلے، خلعت کے ساتھ مصری فوج اس شان سے روانہ ہوئی کہ سلحدار دونگی تلوارین مونڈھے پر رکھے تھا، قلعہ کے قریب پہنچا تو خود صدر اعظم نے نکل کر استقبال کیا، اور سلطان نے اسکے ساتھ اسقدر عنایتین کین کہ کسی کے ساتھ نہ کی تھین[۲]،

غلامون سے نہایت اچھا برتاؤ کرتا، اسکے پاس دو غلام تھے، طیدمر اور اسنبغا، دونون کو اس نے ریاست کے بڑے بڑے عہدے دیدیئے تھے، اول الذکر کی وفات مین لکھتا ہے[۳]،

وکان المذکور قد صار امیرا کبیرا عندی ..... وجری علی لفقدہ امر عظیم رحمہ اللہ تعالیٰ

طیدمر میرے ہان بہت بڑا امیر ہوگیا تھا ..... اور اسکی وفات سے مجھے سخت قلق ہوا اللہ تعالے اسپر رحم کرے،

اسنبغا کی وفات پر لکھتا ہے[۴]،

وکان قد بقی من اکبر امراء عسکر حماۃ سم

اور یہی لشکر حماۃ کے بہت بڑے امراء مین سے باقی رہ گیا تھا،

خیرات صحیح مصرف مین کرتا تھا، مصر مین ایک مقام عش ہے، وہان ایک خانقاہ تھی جہان بڑے بڑے زاہد اور مرتاض لوگ رہتے تھے، ابوالفدا نے اس خانقاہ کے لئے کتابین اور بچھونے بھیجے تھے[۵]، علامہ اثیرالدین ابہری کی

۱؎ صفحہ ۹۰، ۲؎ صفحہ ۸۰، ۳؎ صفحہ ۹۴، ۴؎ صفحہ ۹۹ ۵؎ صفحہ ۹۴،

وہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا، اور انکی مالی اعانت کرتا، اور جمال الدین ابن نباتہ کو جنکے خطبے آج ہر جگہ پڑھے [illegible] سالانہ ۶۰۰ درہم دیا کرتا تھا، (فوات الوفیات)

ابوالفدانے دو حج کئے، ایک سنہ ۷۰۳ھ میں اور دوسرا سنہ ۷۱۳ھ میں، [1]

مذہباً شافعی تھا، ایک مقام پر لکھتا ہے، [2]

حججت هذه الحجة مفرداً على ما هو المختار عند الشافعی ......

میں نے یہ (دوسرا) حج خالی (عمرہ) کیا، (یعنی قران نہیں کیا) جو شافعی کے نزدیک پسندیدہ ہے،

مستقل مزاج اتنا بڑا تھا کہ جس راہ پر ابتدا سے چلا، اسی پر اخیر وقت تک قائم رہا، سلطان مصر کی بارگاہ میں بہت سے امراء مقرب ہوئے اور پھر عتاب میں آگئے، لیکن ابوالفدا روز بروز اسکی نگاہ میں معزز ہوتا گیا، اوپر پڑھا ہوگا کہ الملک المظفر نے اسکو ابتداءً دس آدمیوں پر افسر بنایا تھا، لیکن چند ہی برسوں میں اس نے ترقی کی کہ خود سلطان ہو گیا اور ۵۰۰ فوج اسکی ریاست میں رہنے لگی، [3] الملک المظفر کے بعد اس خاندان سے حکومت بالکل رخصت ہو گئی تھی اور مخالفین کی کثرت کی وجہ سے یہ خیال بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ حکومت پھر واپس آسکیگی، لیکن یہ ابوالفدا ہی کی دانشمندی اور حکمت عملی تھی کہ اس نے نہ صرف اپنی آبائی حکومت حاصل کی بلکہ اپنے اجداد سے زیادہ اعزاز بھی پیدا کیا،

سیر و شکار کا بڑا شایق تھا، اپنی زندگی کے اخیر چند سال اس نے بالکل تفریح میں بسر کئے، چنانچہ حجاز، شام، مصر اور بلاد روم کا کچھ حصہ اسکے حدود سفر میں داخل ہے، شکار کا یہ حال تھا کہ ابتدا ہی سے اسکی [illegible] مشق بہم پہنچائی تھی، چنانچہ الملک المظفر کے ساتھ شکار کو جایا کرتا اور آدھے آدھے دن جانوروں کے انتظار میں بیٹھا [illegible] اخیر زمانہ میں خود سلطان کے ہمراہ شکار کھیلنے کے لئے مصر جاتا اور مہینوں وہاں قیام کرتا تھا،

مزاج میں نفاست اور تکلف تھا، شوال سنہ ۷۲۰ھ میں ایک عمارت حماۃ میں بنوانا شروع کی جو محرم [illegible]

[1] صفحہ ۱۵ و ۷۳، [2] ۳۵، [3] صفحہ ۷، [4] صفحہ ۸۱،

تمام ہوئی، یہ عمارت شہر سے باہر تھی اور اسمیں حمام اور گنبد بنا تھا، ابوالفدا اسکے متعلق لکھتا ہے، [1]

وجاء ذلك من انزه الاماكن

اور وہ نہایت صاف اور ستھری جگہ نکلی،

ایک دفعہ حماۃ سے باہر لشکر کے ساتھ جا رہا تھا، راستہ میں ایک نہر پڑی جو مٹی جمع ہو جانے سے بند ہو رہی تھی، ابوالفدا نے لشکر وہیں چھوڑا اور اسکو ایک ہفتہ میں صاف کرا دیا، [2]

ابوالفدا اور اسکے معاصرین

ہر چیز اپنے ماحول سے متاثر ہوتی ہے، اسمیں انسان بھی داخل ہے، اور اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ وہ اپنی فطرت کا نہیں بلکہ اپنی عادت کا فرزند ہے، چونکہ معاصرت عموماً منافرت کا سبب ہوتی ہے اسلئے خیال ہوسکتا تھا کہ شاید ملک موید (ابوالفدا) بھی اس سے مستثنےٰ نہو، لیکن ہم ناظرین کو تبلانا چاہتے ہیں کہ اس بارے میں بھی وہ اور لوگوں سے علانیہ ممتاز نظر آتا تھا،

ابوالفدا کے ایام ولادت سے لیکر وفات تک اسلامی دنیا نہایت ممتاز علماء سے معمور رہی ہے چنانچہ جس سال وہ پیدا ہوا اسی سال علامہ نصیر الدین طوسی نے وفات پائی، [3] مورخ ابن خلکان بھی اسکے بچپن کے زمانہ میں زندہ تھا اور جب اس نے وفات پائی تو اسوقت ابوالفدا کل نو برس کا تھا، لیکن یہ دونوں ابوالفدا کے معاصر نہیں کہے جاسکتے، ابوالفدا کے معاصرین میں امراء اور علماء کی ایک بڑی جماعت ہے جسمیں سے علامہ جمال الدین شافعی، (حماۃ کے قاضی القضاۃ) قاضی علاء الدین قزوینی، علامہ شہاب الدین احمد بن ابی طالب صالحی قاضی فخر الدین عثمان بن کمال الدین حموی، وزیر ابوالقاسم محمد غرناطی، اور امیر سیف الدین ارغون الناصری خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ابوالفدا سے ان لوگوں سے نہایت گہرے اور دوستانہ تعلقات تھے، ان لوگوں کی وفات کا حال لکھتا ہے تو انکے فضل وکمال اور اخلاق وعادات پر بھی کافی روشنی ڈالتا ہے، جس سے اسکی وسعت معلومات کا صحیح طور پر اندازہ ہو جاتا ہے، مثلاً علامہ جمال الدین کی نسبت لکھتا ہے،

"وہ فاضل تھے اور منطق، ہندسہ، اصول دین، فقہ، ہیئت، اور تاریخ وغیرہ میں امام مانے جاتے تھے،

[1] صفحہ ۹۰، [2] صفحہ ۴۹، [3] صفحہ ۸،

انکی تصنیفات بہت اچھی ہین، ان مین سے ایک مفرج الکروب فی اخبار بنی ایوب ہے، ایک منطق مین ...
جسکا نام انبرو زیہ ہے، یہ بادشاہ صقلیہ (سسلی) انبروز نامی کی طرف منسوب ہے، جس زمانہ مین علاء ...
ظاہر بیبرس بادشاہ مصر کی طرف سے سفیر ہوکر انبروز کے دربار مین گئے تھے، اسی زمانہ مین یہ رسالہ لکھا ...
اغانی کا بھی اچھا اختصار کیا تھا، اور انکے علاوہ اور بھی بہت سی کتابین لکھی ہیتین[۱]،

قاضی علاؤالدین کے متعلق کہتا ہے،

"علوم عقلیہ اور نقلیہ اور علم تصوف مین فاضل تھے اور انکی کتابین مفید ہین، خدا اُن پر رحم کرے[۲]"

وزیر ابوالقاسم کی نسبت حسب ذیل راے دیتا ہے،

"اس سنہ مین وزیر زاہد عالم ابوالقاسم محمد بن وزیر ازدی غرناطی نے قاہرہ مین وفات پائی... یہ پرہیزگار، شریف النفس اور عقلمند آدمی تھا، اس نے وصیت کی تھی کہ میرے کپڑے اور کتابین فروخت کر کے صدقہ کیجاہین[۳]"

علامہ شہاب الدین کی موت کا تذکرہ کیا ہے تو انکو "مسند العصر" کا لقب دیا ہے، اور لکھا ہے "انکی وفات سے دنیا ایک درجہ پست ہوگئی[۴]"

قاضی شمس الدین محمد بعلی نے انتقال کیا تو ابوالفدا نے انکا مرثیہ لکھا، کہتا ہے[۵]،

نقد عاش دھراً یخدم العلم جاھداً ... وکان قلیل المثل فی العلم والود

وہ اپنے مقدور بھر زمانہ دراز تک علم کی خدمت کرتے رہے اور علم و اخلاق مین بے نظیر تھے،

فلما تولی الحکم ما عاش طائلا ... فما ھنیٔ ابن المجد واللہ بالمجد

لیکن جب وہ حاکم بنا ے گئے تو زیادہ نہ زندہ رہ سکے، خدا کی قسم! ابن مجد کو یہ مجد کچھ مبارک نہوا

امیر سیف الدین ارغون والی حلب کا جو ایک زمانہ مین صدارت عظمیٰ پر متمکن رہا تھا، ابوالفدا ان الفاظ ...

۱؎ صفحہ ۳۸، ۲؎ صفحہ ۱۰۰، ۳؎ ایضاً، ۴؎ ایضاً ۵؎ صفحہ ۱۰۱،

ذکر کرتا ہے[۱]،

"اسکو قرآن خوب یاد تھا، اور ہمیشہ پابندی کے ساتھ اسکی تلاوت کرتا تھا، فقہ اور علم سے بہت کافی حصہ پایا تھا، لوگون کے فیصلے شرع شریف کے مطابق کرتا، یہانتک کہ بعض جاہل اس سے بدظن بھی ہوگئے تھے، اس نے صحیح بخاری حجاز مین سُنی اور اپنے ہاتھ سے لکھی تھی، اور بہت سی نایاب کتابین بھی جمع کی تھین اور وہ عقلمند اور متدین تھا، خدا اُسپر رحمت نازل کرے"۔

۱؎ صفحہ ۱۰۲،

آثارِ علمیہ ادبیہ

نامۂ حالی

بنام مولوی حافظ شاہ حمید الدین احمد صاحب رئیس اسلام پور پٹنہ

جناب من - اپکا رجسٹری شدہ خط پہنچا، بیشک مجھے یاد پڑتا ہے کہ آپکا ایک کارڈ بہت دن ہوئے آیا تھا

مگر مین علیل تہا اور اب بھی بالکل تندرست نہین ہون اِسلئے جواب بھیجنے مین تساہل ہوا، اب چونکہ آپ نے مکرر

تقاضا لکھا ہے، اِسلئے مجبوراً اسی حالت مین جواب لکھتا ہون،

ل اس خط کے سمجھنے کے لئے پہلے واقعات ذیل ذہن نشین کر لینا چاہیئے، مولانا حالی کی "یادگار غالب" شائع ہوئی اسوقت مکتوب الیہ کے دل مین کتاب کے مطالعہ کے بعد چند شکوک پیدا ہوے اور اسکو مصنف مرحوم کے سامنے پیش کیا اُسکے جواب مین یہ نامۂ حالی ہے، مکتوب الیہ کے شکوک کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) دیوان حالی مین نواب مصطفےٰ خان مرحوم کی وفات کا مادہ تاریخ "وجزاھم بما صبروا جنات و حریرا" لکھا ہوا سچ ہے اور مرزا غالب کا انتقال ۱۲۸۵ھ مین ہوا ہے اور اسی سنہ کا مرثیہ اور تاریخ بھی دیوان حالی مین موجود ہے اور اب یادگار مین یہ لکھا گیا ہے کہ مرزا کی تجہیز و دفن مین نواب صاحب شریک تھے، حالانکہ چھہ سات برس پہلے ہی نواب کا انتقال ہو چکا تہا،

(۲) یادگار صفحہ ۱۰۲ مین مرقوم ہے کہ نواب ضیاء الدین احمدخان اور دوسرے نواب مصطفےٰ خان مرحوم کے بارے مین غالباً ان دونون بزرگون مین سے کسی کے نام کا کوئی خط مرزا کے اردو مکاتبات مین نہین ہے، حالانکہ اردوے معلیٰ مین ان صاحبون کے بہت سے خط موجود پاتے ہین،

(۳) یادگار صفحہ ۱۴۱ مین ہے کہ تذکرۂ آبحیات مین لکھا ہے کہ "ذوق اس شعر کو نہایت پسند کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مرزا کو اپنے اچھے شعرون کی خود خبر نہین ہوتی" حالانکہ آبحیات مین ایسا کوئی واقعہ درج نہین ہے، البتہ آبحیات دور پنجم ذکر غالب صفحہ ۵۰۰ مین آزاد نے لکھا ہے کہ "استاد ذوق نے فرمایا کہ جو مرزا کا شعر ہوتا ہے اسکی لوگون کو خبر بھی نہین ہوتی"،

(۴) یادگار مین سہرے کے قصہ کو قلم انداز کیا گیا ہے، مولانا آزاد نے آبحیات مین سہرے کے قصہ کو بڑے شد و مد سے لکھا ہے اسکے بعد دیوان ذوق کا مکمل ایڈیشن جو نکلا ہے اسمین بھی خوب لکھا ہے، چنانچہ ملک مین اسوقت دو گروہ موجود ہین، ایک ذوق کے سہرے کی تعریف کرتا ہے، دوسرا ذوق کے سہرے کی تنقیص کرتا، اور غالب کا سہرا بہتر جانتا ہے، سہرے کے متعلق یادگار مین ضرور مصنف کو کچھ فیصلہ کرنا چاہیئے تہا، محض سکوت سے شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ مصنف بھی ذوق کے سہرے کو بہتر سمجھتے ہین،

(۵) مرزا کی تصنیفات کے ذیل مین قادر نامہ کا ذکر نہین ہے، کیا مرزا صاحب کی تصنیف سے نہین ؟

مین نے "یادگار غالب" لکھتے وقت مرزا صاحب کی کل تصانیف اور دیگر کتب دلی کے احباب سے منگوائی تہین، جب یادگار چھپ گئی سب واپس بھیجدی گئین، "نامۂ غالب" اُنہی (؟) خط کا نام ہے جو عود ہندی مین چھپا ہے، قادر نامہ یقیناً مرزا صاحب کا لکھا ہوا ہے، فرہنگ ناصری بمبئی سے مل سکتی ہے، اور دلی مین نواب ضیاء الدین احمد خان مرحوم کے صاحبزادہ نواب سعید الدین احمد خان کے کتبخانہ مین موجود ہے، انوصہ قالی شکوہ حالی میرے پاس نہین ہے، مین کسی کتاب کے بہم پہنچانے کا انتظام نہین کر سکتا،

نواب مصطفےٰ خان مرحوم کا مرزا صاحب کے بہت بعد انتقال ہوا ہے اور وہ یقیناً مرزا کی تجہیز و دفن مین شریک تھے اور مین خود بھی موجود تہا، تاریخ مین کوئی ہندسہ غلط لکھا گیا ہوگا،

نواب مصطفےٰ خان اور نواب ضیاء الدین خان مرحومان کے نام اگر ایک ایک خط "اردوے معلیٰ" مین پایا گیا تو اس سے میرے بیان کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ایک ایک خط سے انکی وہ خصوصیت جو مرزا صاحب کے ساتھ دونون صاحبون کو تھی ثابت نہین ہوتی، اسی لئے ان دونون بزرگون کا کسیقدر حال خصوصیت کے ساتھ لکھا گیا ہے اور جنلوگون کے نام بہت بہت خطوط ہین انکا حال قلم انداز کیا گیا ہے،

آبحیات مین مجھے تو ایسا ہی یاد ہے کہ جو کچھ مین نے اُنکے حوالہ سے لکھا ہے وہ صحیح ہے مگر ممکن ہے کہ مجھے غلطی ہو گئی ہو، سو ایسی غلطی کو نہ کوئی یہان پوچھتا ہے نہ قیامت مین اسکی بازپرس ہوگی، سہرے کے قصہ کو مولوی آزاد آبحیات مین مفصل لکھ چکے تھے اسلئے قصداً مین نے اسکا اعادہ نہین کیا، سرسید کی لائف کانپور کے نامی پریس مین چھپ رہی ہے مگر ابھی مجھے اسمین بہت کچھ لکھنا باقی ہے، اِسلئے جب تک کہ مین اس کام سے فارغ نہو جاؤن آپ اشعار بھیجنے کی تکلیف نہ فرمائیگا، زیادہ نیاز، آپکے مرسلہ چار ٹکٹ واپس بھیجتا ہون،

خاکسار

الطاف حسین

از پانی پت

۳۱ - اکتوبر ۱۸۹۶ء

ل معارف: دیوان حالی مین واقعاً نواب مرحوم کی وفات کا مادہ تاریخ آیت مذکورہ ثبت ہے اور جسکے نیچے ۱۲۸۵ھ لکھا ہے اور اس آیت سے یہی تاریخ نکلتی ہے، آیت کے نیچے مولانا حالی نے چند سطرین لکھی ہین جنہین آیت قرآنی کے اندر جنۃ کو ایک عدد بڑہانے کے لئے جنات کر دینے پر معذرت ظاہر کی ہے حالانکہ سبکو معلوم ہے کہ نواب مرحوم کی وفات ۱۲۸۶ھ مین مرزا غالب کے ایک برس بعد ہوئی ہے، اس بنا پر یادگار غالب کی روایت صحیح اور دیوان مین مادہ تاریخ غلط ہے، لیکن اگر وجزاھم کو وجزیٰھم لکھا جائے تو جنۃ کو جنات کئے بغیر صحیح تاریخ ۱۲۸۶ھ نکل آئیگی،

ابو الحسنات ندوی

ادبیات

کلامِ شبلی

غیر مطبوعہ مرسلہ مولوی معین الدین احمد قدوائی ندوی

غمزۂ چون گفت کہ در نرگسِ پرفن باشم
فتنہ برخاست کہ با قامتِ اُو من باشم

با تو آمیزم و از شوق تسلّی نشوم
تا بجائے کہ تو جان باشی و من تن باشم

دوش در قتلگہِ عام تو شبلی می گفت
اول آنکس کہ فداے تو شود من باشم

بہ ہر اداے تو از بسکہ مبتلا گردم
چنان بہ بندِ تو باشم اگر رہا گردم

بہ زیر خرقہ اگر بادہ بتوان خوردن
بران سرم کہ دگر بارہ پارسا گردم

زہی چو ہندوستان رسم شبلی
ز بادہ بگزرم و باز پارسا گردم

غزل سالک دہلوی مرحوم

مرسلۂ ابو الاعلیٰ مودودی

یون ہی دل غم کا اگر ہجر مین خوگر ہوگا
وصل مین عیش مجھے خاک میسر ہوگا

دو قدم بھی جو چلین آپ تو باور آجاے
ورنہ سنتے ہین کہ ہنگامہ محشر ہوگا

کشش شوق لئے جاتی ہی مجھکو ورنہ
سب سمجھتا ہون وہان جاکے جو مجھپر ہوگا

قصۂ قیس ہی اک حرف فسانے کا مرا
مین سمجھتا تھا کہ وہ بھی کوئی دفتر ہوگا

ہین منظور دل آزارئ دشمن مجھکو
اسکے دل مین یہ گمان ہی کہ ترا گھر ہوگا

لیچلا شوقِ جنون مین سوے طفلان مجھکو
ہات مین انکے ترے کوچہ کا پتھر ہوگا

ہم پہ تو حشر بپا روز ہی سالک دیکھین
کونسے حشر مین دیدارِ ستمگر ہوگا

مطبوعاتِ جدیدہ

انتخاب کلام میر، میر تقی میر کا کلام تمام ارباب نظر کے نزدیک اردو کی عشقیہ شاعری کی روح اور ہماری ملکی زبان کا سرمایۂ عزت و آبرو ہے، لیکن میر صاحب خوشگو ہونیکے ساتھ پرگو بھی تھے، متعدد ضخیم دیوان اُنکی یادگار ہین، اور غالبًا شعراے دہلی مین سخنگویان لکھنؤ کا کثرت کلام ہین انکے سوا (یا سودا کو بھی لے لیجئے) تو کوئی تیسرا حریف نہین، اسلئے ضرورت تھی کہ اُنکے کلام کا انتخاب شایع کیا جاے، انتخاب کا کام گو بظاہر آسان ہے مگر نہایت ہی مشکل ہے، اسکے لئے سخن گوئی کی نہین بلکہ سخن فہمی اور صحت مذاق کی ضرورت ہے، عربی زبان مین ابو تمام کا حماسہ صحت انتخاب کی بہترین مثال ہے، فارسی مین گلستان مسرت بھی اچھا انتخاب ہے،

میر کے کلام کا ایک مختصر انتخاب، مختار الاشعار کے نام سے نواب عماد الملک مولانا سید حسین بلگرامی کے خامۂ فکر کی بدولت شایع ہوچکا ہی، اب یہ دوسرا انتخاب ہمارے سامنے ہی جو انجمن ترقی اردو کے سلسلہ مین داخل ہے، اور مولوی عبد الحق صاحب بی۔ اے کے ذوق طبع نے اُسکو منتخب کیا ہے، انتخاب سے پہلے میر کی شاعری پر ۴۶ صفحہ کا ایک مقدمہ ہے، جہانتک انتخاب کا تعلق ہی مولوی صاحب کا ذوق سخن فہمی داد طلب ہے، میر کے خرمن گل سے جو پنکھڑیان اُنھون نے اُٹھالی ہین، وہی درحقیقت اس انبار کا گل سرسبد ہین، مقدمہ کی نسبت یہ عرض ہی کہ ہم مولوی عبد الحق صاحب کے نتائج قلم سے اس سے زیادہ آبیاری کے متوقع تھے، ضخامت مع مقدمہ ۱۹۱، لکھائی چھپائی عمدہ، کاغذ متوسط قیمت غیر مجلد عہ، پتہ: دفتر ترقی اردو، اورنگ آباد دکن،

جواہر خسروی، سلسلۂ اشاعت کلام خسرو کی ایک نئی کڑی اس نام سے شایع ہوئی ہے، اسمین خسرو کی طرف جو رسائل منسوب ہین، نصاب بدیع[1]، نظم گھڑیال[2]، رباعیات پیشہ وران، خالق باری اور چیستان وغیرہ انکا یہ مجموعہ ہے، ان مین سے اکثر رسائل کا خسرو کی طرف انتساب اہل نظر کے نزدیک متکلم فیہ ہی، مصححین اس انتساب کی صحت پر کوئی مزید روشنی روایتہً یا درایتہً نہ ڈال سکے، گھڑیال وغیرہ کی نظم کو تو روایات احاد مین

ہو نیکے ساتھ منقطع الروایتہ سمجھنا چاہیئے، نصاب بدیع مولوی رشید احمد صاحب سالم کی زیر تہذیب اور بقیہ مسائل
مولوی محمد امین صاحب عباسی چریاکوٹی کے ہمہ گیر قلم کا نتیجہ ہین، مولانا ے عباسی سے دیرینہ شرف نیاز حاصل ہے
وہ عربی، انگریزی، سنسکرت وغیرہ متعدد زبانون سے واقف ہین، اسلئے جہانتک لغت اور فیلالوجی کا تعلق ہے
خالق باری اور جیستان کی بہترین خدمت انھون نے انجام دی ہے، اور کلام خسرو کے سنسکرت اور ہندی الفاظ کی
قابل قدر فرہنگ انھون نے انشا فرمایا ہے، لیکن اسی کے ساتھ ہم یہ کہنے پر مجبور ہین کہ مطالب ومعانی کے لحاظ سے
بجاے خود خواہ کسیقدر گرانمایہ ہو، لیکن جیستان کے ۵۰ صفحہ کے رسالہ کے لئے ۲۵۰ صفحہ کا مقدمہ جولاطائل اور غیر متعلق
خارج عن المقصود، بلکہ مقدمہ نویس کے علم وفضل سے فروتر مباحث سے مملو ہی، بالکل نازیبا ہے، اس مقدمہ جیستان
عربی زبان کے ایک مشہور ظریف ادیب کا یہ فقرہ بالکل چسپت ہے کہ مقدمۃ بلا کتاب - علاوہ رکاکت تحریر
اسکے بعض صفحات مین ایسے سخیف فقرے اور مصرعے ہین جو ایک سنجیدہ قلم کی متانت سے بہت دور ہی اسکا انکار
انھون نے علامۂ مرحوم، مولانا حمید الدین اور الندوہ سے اختلاف راے کیا کہ یہ شیوۂ ارباب علم ہی لیکن جس عامیانہ
طرز عبارت اور پست ومبتذل طریقۂ تحریر کو انھون نے استعمال کیا ہی وہ فرزند علامۂ چریاکوٹی نواب حاجی محمد
اسحاق خان ناظم سلسلۂ خسرو، مولانا حبیب الرحمن خان شروانی ناظم ثانی کانفرنس، نواب عماد الملک مولانا
سید حسین بلگرامی مجوز سلسلۂ خسرو، کے شایان شان ہے؟

صفحہ ۱۷ اور ۳۰ پر جو دو مصرع زیب رقم ہوے ہین، ایک ایسے عظیم الشان سلسلہ سے قطع نظر کر کے جناب ناظم
سلسلۂ خسرو انکو اپنے نجی کے خطوط مین بھی لکھنا پسند کرینگے؟ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ بغیر کسی ذمہ دارانہ نگہداشت کے
صرف مصححین کے علم وفضل کے اعتماد پر شائع ہو رہا ہی کیا یہ صحیح ہی؟ قیمت باختلاف کاغذ للعہ سے عہ تک ملنے کا پتہ: انسٹیٹیوٹ
نواے سروش، ایک صفحہ کا اردو ترکیب بند جسکو انجمن اتحاد دہلی بھیت کے سالانہ اجلاس مین مولوی عقیل الرحمن
صاحب ندوی ہیڈ ماسٹر بی انبیرہ حضرت محدث سہارنپوری نے پڑھکر سنایا تھا، زبان، خیالات، اور طرز ادا ہر حیثیت سے قابل ستائش ہے
آخری بند کے لئے البتہ اس سے بہتر انتخاب قافیہ کا ہونا چاہیئے تھا، قیمت ۱ر، پتہ انجمن اتحاد دہلی بھیت،

عدد چہارم	ماہ محرم ۱۳۳۷ھ مطابق اکتوبر ۱۹۱۸ء	مجلد سوم

مضامین